37

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 34واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

6 تا 12 ربیع الثانی 1447ھ / 30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2025ء

اس شمارے میں

دفاعی معاہدہ:
مزید پیش رفت کی ضرورت

پاک سعودی عرب معاہدہ

قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

قرض کا لین دین اور اسلامی تعلیمات

دل کے بہلانے کو......

سچا سہارا کون؟

غلبۂ دین کے لیے اُمّتِ واحدہ بننا ہوگا!

تمہیں ایک فرد سے آگے بڑھ کر ایک اُمّت بننا ہے۔ دنیا میں انقلاب برپا کرنے کے لیے، اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے، اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے۔ تمہیں تو خدائی فوجدار بننا ہے۔ لہٰذا تمہیں جُڑنا ہوگا، تمہیں جوڑنے والی شے کون سی ہوگی۔ فصیل کی مضبوطی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے: ایک اینٹیں پکی ہوں، افراد میں جب تقویٰ آ گیا، فرمانبرداری آ گئی، تو اینٹ پکی ہوگئی دینی اعتبار سے۔ دوسری چیز ان کو جوڑنے والی شے کیا ہے؟ فرمایا:

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۪﴾ (آل عمران:103)

''اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

(Divided you fall ,United you stand)

اگر تم مضبوط ہو، مجتمع ہو، بنیان مرصوص ہو تو تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ اگر تمہارے دل پھٹے ہوئے ہوں، تمہارے اندر رخنے ہوں، تو تمہارے اندر سے ہی غدار نکل آئیں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سوشل میڈیا سے اقتباس

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

معرکۂ بدر میں مسلمانوں کی مشرکینِ مکہ پر فتح

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1151

سورۃ العنکبوت | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 01 تا 06

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ﴿۲﴾ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ
لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ
الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۙ﴿۵﴾ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾

آیت ۱: ﴿الٓمّٓ ﴿۱﴾﴾ ''الف'لام'میم''

آیت ۲'۳: ﴿غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ﴿۲﴾ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ﴿۳﴾﴾ ''رومی مغلوب ہو گئے' قریب کی سرزمین میں۔ اور وہ اپنی اس مغلوبیت کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔''

نقشے میں دیکھیں تو جزیرہ نمائے عرب کے شمال کی سمت شام، شام کے ساتھ عراق اور پھر عراق کے ساتھ مشرق کی سمت میں ایران واقع ہے۔ ان علاقوں کو قریب کی سرزمین کہا گیا ہے جہاں ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان مذکورہ جنگ جاری تھی۔

آیت ۴: ﴿فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ؕ﴾ ''چند سالوں میں''

عربی میں لفظ ''بضع'' کا اطلاق گنتی کے اعتبار سے تین سے نو تک کے اعداد پر ہوتا ہے۔

﴿لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ﴾ ''اللہ ہی کا اختیار ہے' پہلے بھی اور بعد میں بھی۔''

اللہ ہی کے حکم سے ہوا جو پہلے ہوا اور اللہ ہی کے حکم سے ہوگا جو بعد میں ہوگا۔ فرماں روائی تو ہر حال میں اللہ ہی کی ہے۔ پہلے جسے فتح نصیب ہوئی اُسے بھی اللہ نے فتح دی اور بعد میں جو فتح پائے گا وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے پائے گا۔

﴿وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴﴾﴾ ''اور اُس دن اہلِ ایمان خوشیاں منا رہے ہوں گے۔''

اس وقت اہلِ ایمان کو ایک خوشی تو آتش پرستوں پر اہلِ کتاب (عیسائیوں) کی فتح پر ہوگی اور اس کے علاوہ:

آیت ۵: ﴿بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾﴾ ''(وہ خوش ہوں گے) اللہ کی مدد سے۔ وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اور وہ زبردست' بہت رحم فرمانے والا ہے۔''

یہاں اگرچہ ذکر نہیں کیا گیا لیکن اس سے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اُنہیں عنقریب حاصل ہونے والی تھی۔

آیت ۶: ﴿وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾﴾ ''یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا' لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔''

یہ وہ چھ آیات ہیں جن میں رومیوں کے دوبارہ غلبے اور اہل ایمان کی مشرکین مکہ پر فتح کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ یہ آیات تقریباً 614ء میں نازل ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز 610ء میں ہوا تھا۔ اس پیشین گوئی کے عین مطابق رومی بھی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو بھی اللہ کی مدد سے فتح نصیب ہوئی۔

درس حدیث

صدقہ کی برکات

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ رب (اللہ) کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادا ریہ
رضاء الحق

دفاعی معاہدہ: مزید پیش رفت کی ضرورت ہے

گزشتہ دنوں تنظیم اسلامی کے ہفتہ وار ٹاک شو ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ کے تازہ پروگرام کی ریکارڈنگ کی گئی جس میں حالیہ پاک سعودی دفاعی معاہدے اوراس سے قبل قطر میں حماس کی اعلیٰ سیاسی قیادت، جوقطر کے دارالحکومت دوحا میں غزہ میں ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کی جانب سے قتل و غارت گری کوختم کرنے کے سلسلے میں امریکہ کی جانب سے پیش کردہ ’’تازہ منصوبہ‘‘ پرمشاورت کے لیے جمع تھی، پر ہونے والے اسرائیلی حملے کے حوالے سے تجزیہ اورگفتگو کی گئی تھی۔ معمول کے مطابق اس پروگرام کو جیسے ہی سوشل میڈیا پر چلایا گیا، یوٹیوب نے ویڈیو پر پابندی لگا کرا سے اپنے پلیٹ فارم سے ہٹادیا اوروجہ ٔجواز یہ پیش کیا کہ اس پروگرام میں ’’دہشت گرد عناصر کوتقویت دینے والا مواد‘‘ موجود ہے جو کہ یوٹیوب کی جاری کردہ ’’صارفین کے لیے رہنمائی‘‘ (کمیونٹی گائیڈ لائنز) کے خلاف ورزی ہے!

حال ہی میں معروف ٹی وی ہوسٹ مہدی حسن، جوایک دور میں سی این این سے منسلک رہے ہیں اور جنہیں ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے غزہ پر حملے کے حوالے سے تنقید کرنے پرسی این این سے نکال دیا گیا تھا، نے بھی پاک سعودی دفاعی معاہدے کے حوالے سے اپنے یوٹیوب چینل پرایک پروگرام نشر کیا توان کا یوٹیوب چینل ہی اڑادیا گیا۔ تنظیم اسلامی اس نوعیت کا ایک معاملہ 2022ء میں بھگت چکی ہے۔

2022ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے آفیشل یوٹیوب چینل، جس کے 30 لاکھ (3 ملین) سے زائد سبسکرائبرز تھے اور بلاشبہ اس چینل پر ڈاکٹر صاحبؒ کی سینکڑوں ویڈیوز موجود تھیں، کو یوٹیوب کی انتظامیہ نے بند کردیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مشرق وسطیٰ میں یوٹیوب سے منسلک بھارتی نژاد ایڈمنز اور ماڈریٹرز کی شرپسندی کا نتیجہ تھا۔ ان شرپسندوں نے ڈاکٹر صاحبؒ کے آفیشل یوٹیوب چینل کے خلاف یہ بہانہ بنا کر شکایات کا انبار لگادیا کہ ڈاکٹر صاحبؒ کی ویڈیوز میں سامی النسل لوگوں سے نفرت (سادہ الفاظ میں یہود کی مذمت یا اینٹی سیمیٹزم) پر مبنی مواد موجود ہے۔ پھر 3 سٹرائکس کا عمل پورا کرواکے اس چینل کو ہی اڑادیا گیا۔

تنظیم اسلامی اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تحت شعبہ سمع و بصر اور سوشل میڈیا نے تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم سوشل میڈیا اور ڈاکٹر صاحبؒ کے فرزند محترم آصف حمید کی زیرِ قیادت اِس چینل کو بحال کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ کوئی ذریعہ نہ چھوڑا جس سے ڈاکٹر صاحبؒ کے یوٹیوب چینل کی بحالی ممکن تھی۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے چینل کو اُڑانے کے خلاف اپیل کو یوٹیوب کے علاقائی ایڈمنز اور ماڈریٹرز سے لے کر اس کی مالک کمپنی گوگل (الفابیٹ) کے متعلقہ شعبہ تک اپیل کو پہنچایا گیا، لیکن جس یوٹیوب چینل کو بند ہی بدنیتی اور بددیانتی کی بنیاد پر کیا گیا ہو، اُس کی بحالی ہوتو کیسے؟ بہرحال ڈاکٹر صاحبؒ کا نیا یوٹیوب چینل بنایا گیا جس کے 20 لاکھ (2 ملین) سے زائد سبسکرائبرز ہوچکے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک!

حقیقت یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے تقریباً تمام پلیٹ فارمز، جوایک دنیا کے زیرِ استعمال ہیں، پر چند بڑی کمپنیوں کی اجارہ داری ہے۔ یوٹیوب ’’گوگل‘‘ کی ملکیت ہے۔ فیس بک، انسٹا گرام اور واٹس ایپ تینوں مارک زکربرگ کی کمپنی ’’میٹا‘‘ کی ملکیت ہیں۔ ’’ایکس‘‘ (سابق ٹویٹر) ایلون مسک کی ملکیت ہے۔ جی ہاں، وہی ایلون مسک جس نے ٹرمپ کے دوسری مرتبہ امریکی صدر منتخب ہونے میں اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ چین کے بنائے ہوئے چند متبادل پلیٹ فارمز موجود ہیں، لیکن ان کو چین سے باہر عالمی پذیرائی حاصل نہیں۔ لہٰذا قارئین اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز بھی ہمارے زیرِ استعمال ہیں، ان کے مالک کوئی اور ہیں۔ ہم ان پلیٹ فارمز کو مفت استعمال کررہے ہیں، مالک جب چاہیں ہمارے مواد کو یا پلیٹ فارم پر موجودگی کو قصہ ٔپارینہ بنادیں۔ لیکن ان مسائل کے علی الرغم جب تک مکمل پابندی نہیں لگادی جاتی، اس وقت تک اِن پلیٹ فارمز کو دین کی دعوت کے لیے استعمال کرنا نہ صرف ضروری بلکہ ناگزیر ہے۔ اگر یوٹیوب پر دینی مواد موجود نہ ہوگا تو وہ جگہ خالی نہیں رہے گی بلکہ اس مقام پر شیطان اپنا ننگا ناچ ناچے گا۔ آج ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیوز کو

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 ربیع الثانی 1447ھ — جلد 34
30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2025ء — شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ● فریداللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
’’دارالاسلام‘‘ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دیکھنے والے لاکھوں نہیں کروڑوں میں ہیں۔ البتہ ان پلیٹ فارمز اور جدید ٹیکنالوجی کے تمام گیجٹس کو استعمال کرتے ہوئے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ پائے۔ ہر قسم کے خلافِ شریعت مواد کی طرف نہ آنکھ اُٹھے، نہ کان متوجہ ہوں اور نہ دل میں اس کی رغبت پیدا ہو۔ بلکہ شبہ والے مواد اور طرزِ عمل سے بھی کوسوں دور رہا جائے۔ تنظیم اسلامی اور انجمن ہائے خدام القرآن کے تحت چلائے جانے والے کسی سوشل میڈیا پلیٹ فارم سے مونیٹائزیشن کے ذریعے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا جاتا کیونکہ ہمارے نزدیک یہ معاملہ بھی مشتبہ ہے۔ ہمارے تمام سوشل میڈیا پلیٹ فارمز دعوتِ دین کے لیے چلائے جا رہے ہیں نہ کہ پیسہ بٹورنے کی لیے۔ ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جائے کہ وہ ہمیں ان پلیٹ فارمز کے شر سے محفوظ رکھے۔

بات پاکستان اور سعودی عرب کے مابین مشترکہ دفاع کے معاہدہ سے شروع ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معاہدہ وقت کی ضرورت ہے۔ عرب ممالک نے جس طرح غزہ کے معاملے پر اسرائیل و امریکہ کی خواہش کے عین مطابق آنکھیں بند کر رکھی تھیں، اُنہیں کسی درجے میں مذاکرات کے لیے قطر آئی ہوئی حماس کی اعلیٰ سیاسی قیادت پر ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے حملے نے کھول دیا ہے۔ وہ ٹرمپ جو چند ماہ قبل مشرقِ وسطیٰ کے دورے میں کم و بیش چار کھرب ڈالر کے معاہدے اور تحفے وصول کر چکا تھا اور اس ''تاوان'' (جسے جزیہ کہنا شاید زیادہ صحیح ہو) کے عوض ٹرمپ نے عرب ممالک کو تحفظ کی گارنٹی دی تھی۔ اسرائیل کے قطر پر حملہ کے بعد نتن یاہو نے بیان دیا کہ ''حماس کی اعلیٰ قیادت ہو یا مجاہدین، جس ملک میں بھی ہوں گے، اسرائیل اُنہیں ٹارگٹ کرے گا''۔ بعض عرب ممالک کو شاید پہلی مرتبہ احساس ہوا ہے کہ صدر ٹرمپ کے وعدے محض دجل وفریب ہیں۔ کئی ابھی تک لمبی تان کر سوئے ہوئے ہیں۔ امریکہ کو اسرائیل کے مفادات کے مقابلے میں عرب ممالک کا تحفظ ہرگز عزیز نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں موجود بادشاہتوں کو امریکہ بہادر نے صرف اس لیے برداشت کیا کہ وہ اس کی غلامی میں چلتی رہیں، اسرائیل کو اُن کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے اور تیل سے مالامال ان ریاستوں میں تیل کے کنوؤں اور ذخائر کی ملکیت اور دریافت کو امریکی کمپنیوں کے حوالے کیا جاتا رہے۔

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کا بے معنی اجلاس جاری ہے۔ اس موقع پر 8 مسلم ممالک کے سربراہان کی امریکی صدر ٹرمپ سے ملاقات ہوئی جس میں ٹرمپ نے ''وعدہ'' کیا کہ اسرائیل مغربی کنارے کو ضم نہیں کرے گا۔ شاعر سے معذرت کے ساتھ:

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے ''لونڈے'' سے دوا لیتے ہیں!

ٹرمپ کے وعدوں کی وقعت سب جانتے ہیں۔ ایک مسلم ملک کے سربراہ، جن کی سرزمین پر حال ہی میں اسرائیل نے تحریکِ مزاحمت کی اعلیٰ قیادت پر حملہ کیا، نے ٹرمپ کی شان میں ایسے قصیدے پڑھے کہ 2 ارب مسلمانوں کے سر شرم سے جھک گئے۔ دوسری طرف گلوبل صمود فلوٹیلا، جس میں 3 پاکستانی بھی سوار ہیں، پر اسرائیلی حملے جاری ہیں۔ کسی مسلم ملک کو توفیق نہ ہوئی لیکن اٹلی نے فلوٹیلا کی حفاظت کے لیے ایک بحری جہاز بھیجنے کا اعلان کیا ہے۔ مغرب کے کئی ممالک ''فلسطینی ریاست'' کو تسلیم کر چکے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ترکیہ تمام مسلم ممالک کو ترغیب دے رہا ہے کہ وہ بھی اسے تسلیم کر لیں۔ ایک ایسی فلسطینی ریاست جو اسرائیل کی ہر طرح سے غلام ہوگی اور جسے تسلیم کر لینے کا اصل مطلب ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کو تسلیم کر لینا ہوگا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

7 اکتوبر 2023ء کے بعد دنیا بدل چکی ہے۔ اسرائیل اپنے توسیعی منصوبے یعنی گریٹر اسرائیل کے قیام کو عملی شکل دینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ جب اسرائیل کا وزیرِ اعظم خود گریٹر اسرائیل کے قیام کو اپنا 'تاریخی' اور 'روحانی' مشن قرار دے تو شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ امریکہ حسبِ معمول اسرائیل کے مفادات کے تابع رہے گا۔ دوسری طرف عرب ممالک کو بھی کسی درجے میں ہوش آیا ہے کہ گریٹر اسرائیل کے قیام کا مطلب ان کی تباہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسی تناظر میں پاکستان اور سعودی عرب کے مابین مشترکہ دفاعی معاہدہ طے پایا۔ ہم بعض دانشور حضرات کے اس تجزیہ سے اتفاق نہیں کرتے کہ اس معاہدہ کا مقصد درحقیقت ابراہم اکارڈز کا حصہ بننا، ایک کمزور فلسطینی ریاست کے قیام کو تسلیم کرنا اور اسرائیل کو تسلیم کرنا ہے۔ موٹی بات یہ ہے کہ اس معاہدہ کے نتیجے میں پاکستان کی معیشت کو سعودی سہارا ملے گا۔ دوسری طرف پاکستان کو یہ سعادت حاصل ہوگی کہ وہ حرمین شریفین کی حفاظت کا ذمہ دار ہو۔ اس کے لیے سعودی عرب میں پاکستان کو عسکری اڈے بنانے اور اپنی میزائل ٹیکنالوجی کو سعودی عرب میں نصب کرنے کی اجازت ہوگی۔ پاکستان کے نائب وزیر خارجہ تو پہلے ہی یہ بیان دے چکے ہیں کہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیار پوری مسلم امہ کی حفاظت کے لیے ہیں۔ آپریشن **بنیانٌ مرصوص** کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بھارت کو دنیا بھر میں ذلت دی اور پاکستان کو عزت بخشی۔ لیکن اسرائیل اور امریکہ دونوں مختلف طریقوں سے بھارت کو توانا کرتے رہیں گے۔

پاک سعودی معاہدہ کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ جلد بھارت کے ذریعے پاکستان پر دوبارہ حملہ کروایا جائے۔ ایک اور زاویہ سے دیکھیں تو عرب ممالک کے امریکہ پر انحصار میں کمی چین اور روس کے لیے کسی تحفے سے کم نہیں۔ پھر یہ کہ جی سی سی ممالک کی حالیہ کانفرنس میں بھی مشترکہ دفاع کی بات بار بار دہرائی گئی۔ ہمارے نزدیک اس معاہدہ کو صرف پاکستان اور سعودی عرب تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ دیگر مسلم ممالک کو بھی اس معاہدہ کا حصہ بننے کی دعوت و ترغیب دی جائے۔ اُمت متحد ہوگی تو ہی دشمن کا مقابلہ کر سکے گی۔ اس معاہدہ میں توسیع کے بعد دفاع کے ساتھ ساتھ غزہ، فلسطین، کشمیر، میانمار اور جہاں کہیں بھی مسلمان ظلم وستم کا شکار ہیں، اُن کی دادرسی کے لیے ظالم کے خلاف عسکری اقدام کیے جائیں۔ مسلم ممالک کے حکمران اور ان کی افواج یہ نہ بھولیں کہ سعودی عرب میں موجود حرمین شریفین کی طرح مسجدِ اقصیٰ بھی مسلمانوں کا مقدس حرم ہے۔ لہٰذا اُسے صہیونیوں سے پاک کرنا بھی مسلم اُمّہ کی ذمہ داری ہے۔

ملکِ عزیز کی بات کریں تو حکومت، مقتدر حلقوں اور تمام اہلیانِ پاکستان کے کرنے کا پہلا کام یہ ہے کہ پاکستان اپنی وجہ جواز کو پورا کرے۔ سودی معیشت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جائے تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جاری جنگ ختم ہو۔ سیاسی انتقام اور ریاستی جبر کی بجائے عدل وقسط سے کام لیا جائے۔ انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر توبہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا جائے اور پھر حقیقی ایمان پر جم جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا قیام بھی کسی معجزے سے کم نہ تھا اور ہر دور میں ہر سطح پر نااہلی، بددیانتی اور خیانت کے باوجود اس کا قائم رہنا بھی ایک معجزہ ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس خطے کے مستقبل کے حوالے سے بڑا روشن نقشہ کھینچا گیا ہے۔ لہٰذا اپنے مغربی ہمسائے سے تعلقات بہتر کیے جائیں۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ احادیث میں باطل قوتوں سے ٹکرانے والے لشکر جو خراسان کے خطہ سے نکلیں گے، اُن کی راہ ہموار کرنے کے لیے دینی اور عسکری دونوں سطحوں پر اپنی استطاعت کے مطابق مکمل تیاری کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان کو صحیح معنوں میں عدلِ اجتماعی پر مبنی ایک حقیقی اسلامی ریاست بنانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اللہ کی مدد آئے اور ہم دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہوں۔ آمین یارب العالمین!

پاک سعودی عرب معاہدہ

(قرآنی تعلیمات کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 19 ستمبر 2025ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

جمعہ کے خطاب کا ایک بڑا مقصد قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں یاد دہانی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ جمعہ کے خطاب میں قرآن پڑھتے تھے اور اس کی آیات کے ذریعے لوگوں کی تذکیر اور یاددہانی کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ مسلمانوں کے حالات کا تذکرہ بھی فرمایا کرتے تھے جس میں اصلاح کا پہلو بھی ہوتا تھا، رہنمائی اور خیر خواہی کا بھی۔ مسلمانوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی ضروری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’جسے مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:10)

’’یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔‘‘

یہ آیت عالم گیر سطح پر اُمت مسلمہ میں بھائی چارہ کا تقاضا کرتی ہے۔ امت کا درد محسوس کرنا اور کہیں مسلمان بھائیوں کی مدد کی ضرورت ہو تو حسب استطاعت مدد کرنا، اُن کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ گزشتہ دنوں قطر سمیت 6 مسلم ممالک پر اسرائیل نے حملہ کیا۔ اس کے بعد مسلم ممالک کے سربراہان کی کانفرنس دوحہ میں بلائی گئی۔ اس کانفرنس کی جو کارروائی سامنے آئی اور جو اعلامیہ پیش کیا گیا اس کو سن کر بہت مایوسی ہوئی کہ سوائے زبانی کلامی مذمت کے اسرائیل کے خلاف کسی عملی کارروائی کا اعلان تک نہیں کیا گیا۔ بلکہ جس امریکہ کی پشت پناہی میں اسرائیل جارحیت کا ارتکاب کر رہا ہے، اُس کی تعریف و تائید کے کلمات اعلامیہ میں شامل تھے۔

سب جانتے بھی ہیں کہ نتن یاہو گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو آگے بڑھا رہا ہے اور اس وجہ سے عرب ممالک کی سالمیت خطرے میں پڑ چکی ہے۔ اُس نے 72 گھنٹوں میں 6 مسلم ممالک پر حملے کیے اور سر عام اُمت کو للکار رہا ہے۔ ان حالات میں پوری اُمت کی نگاہیں اس اجلاس پر تھیں کہ سارے مسلم ممالک کے سربراہان جمع ہو رہے ہیں اور اب اسرائیل کے خلاف کسی ٹھوس اقدام کا اعلان ہوگا لیکن دوحا کانفرنس میں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ تاہم اگلے روز اُمت کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری آگئی۔ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دفاعی معاہدہ اس شان کے ساتھ طے پایا کہ کسی ایک فریق پر حملہ دوسرے پر بھی حملہ تصور کیا جائے گا۔ یہ بہت خوش آئند پیش رفت ہے۔ دونوں ممالک اُمتِ مسلمہ کے اندر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ سعودی عرب جہاں مالی اعتبار سے بہت مضبوط ہے، وہاں اُمت کے مقدس ترین مقامات کا امین ہونے کے ناطے اُمّت کے لیے مرکز کی حیثیت بھی رکھتا ہے جبکہ پاکستان واحد ایٹمی مسلم ملک ہے اور تربیت یافتہ فوج، بہترین میزائل ٹیکنالوجی اور عسکری اہمیت رکھتا ہے۔ ان دونوں ممالک کے درمیان دفاعی معاہدہ پوری اُمت کے لیے جہاں خوشی کی بات ہے، وہاں عالم کفر میں بڑی مایوسی بھی پھیلی ہے۔ زلمے خلیل زاد جو افغانستان میں امریکہ کا نمائندہ رہا ہے، نے اپنی پریشانی اور حیرانگی کا اظہار ایکس (سابق ٹویٹر) کے ذریعے کیا ہے کہ یہ معاہدہ آگے چل کر کیا شکل اختیار کرنے والا ہے۔

تنظیم اسلامی پاکستان کی جانب سے ہمارا یہ موقف ہے کہ یہ بہت خوش آئند قدم اُٹھایا گیا ہے، اس سلسلے میں مزید پیش رفت ہونی چاہیے اور دیگر مسلم ممالک کو اس معاہدہ میں شامل کرنا چاہیے۔

تذکیر بالقرآن

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قتال نہیں کرتے، اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں‘ عورتوں اور بچوں کی خاطر جو مغلوب بنا دیئے گئے ہیں‘ جو دُعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار‘ ہمیں نکال اس بستی سے جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے‘ اور ہمارے لیے خاص اپنے فضل سے کوئی مددگار بھیج دے۔‘‘ (النساء:75)

ہمارا دین ہمیں جنگ کا حکم بھی دیتا ہے، کوئی سرے سے قتال فی سبیل اللہ کا انکار کرے تو وہ تو قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کا انکار ہوگا۔ البتہ ہمارا دین قتال اور جنگ کی کچھ شرائط بھی عائد کرتا ہے جو کہ اپنی جگہ بہت اہم ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا دین جہاد کے مقاصد بھی بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء کی اس آیت میں بہت اہم مقصد بیان ہوا ہے کہ اگر کہیں مسلمان مرد، بچے اور عورتیں ظلم کا شکار ہوں اور اپنا دفاع کرنے کے قابل نہ ہوں تو اُن کی مدد کے لیے دیگر مسلمان آگے آئیں اور اُن کو ظلم سے نجات دلائیں۔ اس آیت کے مخاطب مسلم حکمران بھی ہیں، وہ طاقتور طبقات بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قوت، اختیار اور وسائل عطا کر رکھے ہیں، یہ اُن کا بھی امتحان ہے، ہر چیز کا حساب دینا ہے۔ 7 اکتوبر 2025ء کو اہل غزہ پر مسلسل اسرائیلی ظلم، جبر اور نسل کشی کو دو سال ہو جائیں گے۔ عرب و عجم کے کچھ علماء نے ان دو سالوں کے شروع میں ہی اسرائیل کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا تھا اور وہ فتویٰ قرآن مجید کی اسی آیت کی بنیاد پر تھا۔ اس فتویٰ کے ساتھ الاقرب فالاقرب کا اصول بھی بیان ہوا تھا کہ جو مسلمان

اہل غزہ کے جتنے قریب ہیں، اُن پر جہاد کی فرضیت اتنی ہی زیادہ ہے۔ اگر یہ قریبی بھی اتنی استطاعت نہ رکھتے ہوں کہ مظلوم مسلمان بھائیوں، بہنوں اور بچوں کو ظلم سے نجات دلا سکیں تو اُن کے بعد والے مظلوموں کی مدد کے لیے نکلیں اور جہاد کریں۔ پھر اُن کے بعد والے اور اس طرح یہ دائرہ پوری اُمت تک پھیل جائے گا۔ البتہ جو مظلوموں کے جتنے قریب ہوگا، اُس کی ذمہ داری اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ لہٰذا اس آیت کی رو سے جو صاحب اختیار ہیں، مسلم افواج ہیں، حکمران ہیں، سیاستدان ہیں اُن کا فرض بنتا ہے کہ وہ جہاد کریں۔ صرف مذمتی بیانات دینے سے ذمہ داری پوری نہیں ہوجائے گی۔ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان مشترکہ دفاعی معاہدے کا ہونا انتہائی خوش آئند ہے۔ OIC کے چارٹر میں یہ شق شامل ہے کہ مسلم ممالک فلسطینی مسلمانوں اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت کے پابند ہیں اور ضرورت پڑنے پر فلسطینی مسلمانوں کی مالی، سفارتی، اخلاقی اور عسکری مدد بھی کریں گے۔

تذکیر بالقرآن کے تناظر میں دوسری آیت یہ تلاوت کی گئی:

''اور تیار رکھو اُن کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے (تاکہ) تم اس سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو اور کچھ دوسروں کو (بھی) جو ان کے علاوہ ہیں، تم انہیں نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے۔'' (الانفال:60)

اصولی بات یہ ہے کہ اپنی عسکری قوت اور تیاری کو بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کرو تاکہ تمہارے ظاہری و چھپے دشمن تم سے مرعوب ہو جائیں۔ اسرائیل اور انڈیا تو کھلے دشمن ہیں، سامنے آ کر دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی دشمن ہو سکتے ہیں جو موقع کی تلاش میں ہوں کہ پاکستان ذرا کمزور ہو تو اس کو نقصان پہنچائیں اور اس کے علاقوں پر قبضہ کرلیں۔ ایسے تمام دشمنوں کو مرعوب رکھنے کے لیے جنگی صلاحیت کو بڑھاتے رہنا دین کا تقاضا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قوت پھینکنے میں ہے۔ کبھی تیر اور نیزے پھینکے جاتے تھے، مگر آج میزائل چلائے جاتے ہیں، ڈرونز چھوڑے جاتے ہیں۔ گویا اللہ کے رسول ﷺ نے رہنمائی دے دی کہ ہر قسم کی تیاری کر رکھو۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی پر اللہ نے قیامت تک کے لیے برکت رکھ دی ہے۔ پہلے زمانے میں گھوڑا میدان جنگ کی زینت ہوا کرتا تھا لیکن احادیث میں ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا دور آئے گا جب جنگیں ایک بار پھر گھوڑوں اور تیر اور تلواروں کے ذریعے لڑی جائیں گی۔ آج بھی دشوار گزار علاقوں میں جنگی محاذوں پر گھوڑوں کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

عسکری سطح پر اپنی طاقت بڑھانا امن کے لیے بھی ضروری ہے۔ 14 مئی 1998 کو جب بھارت نے ایٹمی دھماکے کیے تو اگلے روز اخبارات کی شہ سرخیوں میں اُس وقت کے بھارتی وزیر اعظم واجپائی کی یہ گیدڑ بھبکی شامل تھی کہ ہم پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ جواب میں 28 مئی کو پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے تو اگلے روز اُسی واجپائی کا یہ بیان عالمی میڈیا میں بھی نظر آیا کہ ہم پاکستان سے مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ اسلام جنگ برائے جنگ اور قتال برائے قتال ہرگز نہیں چاہتا بلکہ اسلام چاہتا ہے کہ امن کے قیام کے لیے مسلمانوں کے پاس اتنی قوت ہونی چاہیے کہ دشمن جارحیت کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ حضور ﷺ نے کئی مرتبہ مختلف لشکروں کو بھیجا اور اُن کو باقاعدہ ہدایت دی کہ صبح ہونے کا انتظار کرنا۔ اگر تمہیں اذان کی آواز آ جائے تو جان لو وہاں مسلمان موجود ہیں، لہٰذا حملہ نہ کرنا۔ اگر کفار کے ساتھ بھی جنگ کرنی پڑ جاتی تو حضور ﷺ ہدایات جاری فرماتے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، درختوں اور فصلوں کو نقصان مت پہنچانا، جو ہتھیار نہ اُٹھائیں، اُن پر تم بھی رحم کرنا، جانوروں کو قتل نہ کرنا۔ جو گھر کا دروازہ بند کر لے، اسے چھوڑ دینا۔ جو پناہ مانگے اس کو پناہ دے دینا۔ کوئی عبادت میں مشغول ہو تو اس کو ہاتھ بھی مت لگانا۔ گویا اسلام میں جنگ کی اجازت صرف اُنہی سے ہے جو مقابلے میں ہتھیار اُٹھائیں۔ (بنو نضیر والا معاملہ استثنائی تھا) قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ ؐ سے پناہ طلب کرے، تو اُسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پر پہنچا دو۔ یہ اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔'' (التوبہ:6)

اسی سورۃ التوبہ میں یہ بھی حکم ہے کہ اگر کوئی مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھائے تو اُس کی گردن اُڑا دو۔ لیکن جو ہتھیار نہیں اُٹھاتا، پناہ طلب کرتا ہے تو اس کو نہ صرف پناہ دینی ہے بلکہ اس کو اللہ کا کلام بھی سنانا ہے تاکہ ہدایت اُس تک پہنچ جائے۔ یہ ہمارے دین کی خوبصورت تعلیمات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے چھپر پھاڑ کر پاکستان کو ایٹمی صلاحیت دے دی، اس کی قدر کرنی چاہیے اور اپنی جنگی صلاحیت میں مزید اضافہ بھی کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو جو ایٹمی صلاحیت دی ہے یہ اُمت مسلمہ کی امانت ہے۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے تو جتنی خوشی پاکستان کے مسلمانوں کو تھی، اتنی ہی فلسطین اور عرب کے دیگر مسلمانوں کو بھی تھی۔ پاکستان کے معاشی حالات ایسے ہرگز نہیں تھے کہ یہ ایٹم بم بنا سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کردیئے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کا قیام اللہ تعالیٰ کے منصوبوں میں سے ایک منصوبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس ملک سے کوئی بڑا کام لینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ اسے بچاتا رہا، کبھی سوویت یونین کی وجہ سے پاکستان کو سپورٹ کرنا امریکہ کی مجبوری بن گئی، اب چین کی مجبوری ہے کہ وہ پاکستان کو سپورٹ کرے۔ اسی طرح دیگر مسلم ممالک کے پاس جو صلاحیتیں ہیں وہ بھی اُمت کی امانت ہیں۔ جیسا کہ عربوں کے پاس پیسہ اور تیل کی دولت ہے، ترکیہ کے پاس فوج اور ڈرون ٹیکنالوجی ہے، ملائیشیا معاشی طاقت ہے، ایران کے پاس میزائل ٹیکنالوجی ہے، افغانستان کے پاس تربیت یافتہ اور بہترین جنگجو ہیں۔ لہٰذا جس طرح پاکستان اور سعودی عرب نے دفاعی معاہدہ کر کے ایک دوسرے کا بازو بننے کا اعلان کیا ہے اسی طرح دیگر مسلم ممالک بھی ایک دوسرے کے دست و بازو بن جائیں تو حرمین شریفین کی حفاظت بھی ہوگی اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت بھی ممکن ہوگی۔ قرآن مجید میں سورۃ بنی اسرائیل کا آغاز ہی اس آیت مبارکہ سے ہوتا ہے:

''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے (ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (دُور کی مسجد) تک جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا، تاکہ ہم دکھائیں اُس (بندے محمد ﷺ) کو اپنی نشانیاں۔ یقیناً وہی ہے سب کچھ سننے والا، دیکھنے والا۔'' (بنی اسرائیل:1)

حدیث میں ہے کہ تین مساجد کی زیارت کا ارادہ کر کے سفر کرنا جائز ہے، ان میں اول مسجد الحرام، دوسری مسجد نبوی اور تیسری مسجد اقصیٰ ہے۔ ہم اپنے حکمرانوں کو یاد دلانا چاہیں گے کہ صرف حرمین شریفین کی حفاظت ہی ہم پر فرض نہیں بلکہ مسجد اقصیٰ کی حفاظت بھی ہم پر فرض ہے۔ نتن یاہو سمیت اسرائیل کے اعلیٰ عہدیداران سرعام اعلان کر رہے ہیں کہ ہم گریٹر اسرائیل بنائیں گے، شام، لبنان، اردن سمیت کئی عرب علاقوں پر قبضہ کریں گے، یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ پر قبضے کی بات بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلم ممالک کو بھی چاہیے کہ وہ صرف دفاعی انداز اختیار نہ کریں، صرف دفاعی معاہدے نہ کریں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اسرائیل کی بڑھتی ہوئی جارحیت کو روکنے کی کوشش بھی کریں۔ حضور ﷺ نے صرف دفاعی جنگیں

ہی نہیں لڑیں بلکہ آگے بڑھ کر سلطنت روم کے خلاف لشکر بھی روانہ کیے تاکہ اللہ کے دین کو دنیا پر غالب کیا جا سکے۔

آخر کب تک ہم امریکہ کے سہارے پر رہیں گے، قطر کو بھی سمجھ آگئی، اُمید ہے سعودی عرب کو بھی سمجھ آگئی ہوگی۔ اللہ کرے کہ دیگر مسلم ممالک کے حکمرانوں اور ہمارے مقتدر طبقات کو بھی سمجھ میں آجائے۔ ایک بار پھر سلامتی کونسل میں فلسطینیوں کی نسل کشی روکنے کے متعلق قرارداد آئی اور ایک بار پھر امریکہ نے ہی اس کو ویٹو کر دیا۔

گلوبل صمود فلوٹیلا

اہل غزہ کی امداد کے لیے 44 ممالک کے لوگوں کا ایک مشترکہ قافلہ 70 کشتیاں لے کر غزہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ان کی طرف سے ایک بات آگئی ہے کہ تیونس میں ایگزٹ کی سٹیمپ لگا دی گئی ہے، اب ہم واپس نہیں جا سکتے۔ علماء، عوام اور ہر طبقہ کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے حکمرانوں کو غیرت دلائیں کہ وہ اس قافلے کی حمایت کریں اور اس کی حفاظت کریں۔ اصل میں تو یہ حکمرانوں کو ہی طے کرنا ہے کہ دفاع سے آگے بڑھ کر اسرائیل مظالم کو کیسے روکنا ہے۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔ لازماً مسلم حکمرانوں کو اسرائیل کو روکنے کے لیے کوئی نہ کوئی اقدام کرنا ہوگا۔ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کے الفاظ ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی ظالم کے حوالے کرتا ہے کہ وہ اس پر ظلم کرے۔ آج فلسطین کے بچے، عورتیں اور بوڑھے مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ اُمت کے حکمرانوں کو غور کرنا چاہیے۔ محض اپنی بادشاہتوں، اپنی عیاشیوں اور اپنی کرسیوں کی فکر نہ کرو، سب نے مرنا ہے اور سب نے اللہ کے سامنے جواب دینا ہے۔

﴿وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (الحشر:18)

''اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!''

معاہدہ خوش آئندہ ہے مگر اس سے آگے بڑھ کر فلسطینیوں کی مدد کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ عام عوام سے بھی ہم اپیل کریں گے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے گلوبل صمود فلوٹیلا کی حمایت کے لیے آواز اٹھائیں، جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کریں، اقدام کرنا حکمرانوں کا کام ہے مگر ان کو متوجہ کرنا عوام کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بگرام ایئر بیس کے حوالے سے ٹرمپ کا بیان

ٹرمپ نے ایک بیان دیا ہے کہ ہمیں بگرام ایئر بیس واپس چاہیے۔ کس لیے چاہیے؟ بہانہ یہ بنایا جا رہا ہے کہ چین کا گھیراؤ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور مقتدر لوگوں کو صحیح سمجھ اور صحیح فیصلے کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے اور ہمیں امریکہ کی جنگ لڑنے سے باز رکھے۔ اگر اسرائیلی گریٹر اسرائیل کی بات کر رہے ہیں تو ہمیں بھی خراسان کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ ہمیں امام الانبیاء ﷺ کی احادیث میں خوشخبری دی گئی ہے کہ خراسان سے اسلامی لشکر جائیں گے۔ خراسان میں افغانستان بھی شامل ہے، شمالی پاکستان اور شمال مشرقی ایران بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان، ایران اور افغانستان مل کر ایک بلاک بنالیں تو امت کو بہت فائدہ ہوگا۔ آج اگر ایک طرف ہم عرب ممالک کے ساتھ اتحاد کر رہے ہیں تو دوسری طرف عجم میں تقسیم کیوں پیدا ہونے دے رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم عجم میں بھی متحد اور مضبوط ہوں۔ سعودی عرب کے افغان طالبان کے ساتھ بھی بڑے اچھے مراسم رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ پاک سعودی معاہدہ کی برکات سے پاک افغان کشیدگی بھی ختم ہو جائے اور افغانستان بھی اس اتحاد میں شامل ہو جائے۔

اُمت آج زوال کا شکار ہے اور ہر جگہ مار کھا رہی ہے تو اس کی بنیادی وجہ بھی حضور ﷺ نے بتادی ہے۔ فرمایا: ایک وقت آئے گا کہ قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے پر دعوت دی جاتی ہے، پوچھا گیا: کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ فرمایا: نہیں! تم تعداد میں بہت ہو گے مگر تمہاری حالت سمندر کے جھاگ کی مانند ہوگی، اللہ تمہارا رعب دشمن کے دلوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ وہن کیا ہے؟ فرمایا: ((حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ))''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔'' (رواہ ابی داوٗد) آج دنیا میں ہماری ذلت اور رسوائی کی بنیادی وجہ یہی ہے۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے نمبر پر مجرم عرب ہیں کیونکہ قرآن اُن کی زبان میں نازل ہوا، مگر انہوں نے قرآن کو مشعل راہ بنانے اور اس ہدایت کو دنیا میں پھیلانے کی بجائے امریکہ اور مغرب کا ساتھ دیا۔ کوئی ایک عرب ملک بھی ایسا نہیں ہے جہاں اسلامی نظام نافذ ہو۔ دوسرے نمبر پر مجرم اہل پاکستان ہیں کیونکہ پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایک خطہ زمین عنایت کر دے تو ہم وہاں اسلام کو بطور نظام نافذ کریں گے مگر 78 سال ہو گئے، ہم نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ ایٹمی صلاحیت اپنی جگہ، بہترین فوج اور بہترین ٹیکنالوجی بھی اپنی جگہ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بنیادی اصول یہ قرار دیا ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾﴾

(آل عمران) ''اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔''

اللہ کی مدد کا حصول شریعت کے نفاذ سے ہی ممکن ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس سودی نظام کو ہم جاری رکھے ہوئے ہیں، بے حیائی کے طوفان کو روکنے کے لیے کچھ نہیں کر رہے، نکاح کے پاکیزہ بندھن کو توڑا جا رہا ہے، زنا کے دھندوں کو پروموٹ کیا جا رہا ہے، ہماری اقدار کا بیڑا غرق کیا جا رہا ہے، اور معلوم نہیں کس کس طرح اللہ کے غضب کو دعوت دی جا رہی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اگر اللہ کے خلاف ہم اعلان بغاوت کریں گے، اللہ کے احکامات کو توڑیں گے، تو اللہ کی مدد کیسے آئے گی اور سارے معاہدوں اور ساری تیاریوں کے باوجود بھی ہم کیسے فتح پائیں گے؟ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور پورے کے پورے دین میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضرورت رشتہ

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے ملتزم رفیق، عمر 30 سال، تعلیم میکینکل ڈپلومہ، ذات شیخ، ذاتی کاروبار کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ لڑکی کا ملتان سے رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0301-9604404

☆ حلقہ بہاولنگر فورٹ عباس کے رفیق تنظیم، گورنمنٹ ٹیچر، پہلی بیوی اور سات بچوں کی موجودگی میں عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0308-7261306

☆ لاہور میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 35 سال، تعلیم ایم۔ایڈ۔ ایم اے اسلامیات قد "4'.5، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4915199

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

آج اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح کس قسم کا پاکستان چاہتے تھے تو ہمارے پاس سوائے اُن کی تقاریر اور بیانات کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے ہمیں اس سوال کا جواب مل سکے۔ ویسے تو ہمارے علم کے مطابق قائد کے 101 ارشادات پاکستان بننے سے پہلے کے ہیں اور لگ بھگ 14 بیانات قیام پاکستان کے بعد کے ہیں جن میں واشگاف انداز میں پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کا اعلان ہی نہیں بلکہ عزم وارادے کا اظہار بھی ہے۔ آپ کے 115 اقوال ایک طرف اور 11 اگست 1947ء والا ایک بیان دوسری طرف رکھ کر غور وفکر کیا جائے تو بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو بات آپ نے بار بار فرمائی وہ زیادہ معتبر ہے بمقابلہ اس بات کے جو آپ نے ایک دفعہ فرمائی۔

بحیثیت مسلمان ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ بالفرض نہ قائداعظم نے اور نہ ہی علامہ اقبال نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی کہ برعظیم کے رہنے والے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ملک کے حصول کے بعد وہاں اسلامی نظام کا نفاذ ہوگا، تب بھی بطور مسلمان ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کی صورت میں ہمیں جو اقتدار حاصل ہوا ہے، اس میں ہم اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نظام نافذ کریں۔ درج ذیل آیت اس ذمہ داری کو واضح طور پر بیان کرتی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱﴾ (الحج)

''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔''

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر دنیا میں اُنہیں حکومت وفرمانروائی بخشی جائے تو اُن کا ذاتی کردار فسق وفجور اور کبر وغرور کے بجائے اقامت صلوٰۃ ہو، ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتائے زکوٰۃ میں صرف ہو، اُن کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اُسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے اُن کے دبانے میں استعمال ہو۔ متذکرہ بالا آیت میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اُس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ کوئی سمجھنا چاہے تو اسی ایک آیت سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت فی الواقع کس چیز کا نام ہے۔

جو مسلمان یا غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی نظام حکومت کا مطلب مذہبی لوگوں کی من مانی حکومت ہے یا جسے وہ مذہبی پیشوائیت کہتے ہیں، وہ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ انہیں چاہیے کہ اسلام کے نظام حیات کا مطالعہ کریں اور اسلام کو انسانی ساختہ مذاہب کے ساتھ نہ ملائیں بلکہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اسے سمجھیں۔ ان شاء اللہ ان پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ہمارے کچھ دانشور صحافی جن میں وجاہت مسعود صاحب بھی شامل ہیں، بابائے قوم کی 11 اگست 1947ء والی تقریر کا وقفے وقفے سے ذکر کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قائداعظم پاکستان کو لادین (Secular) ریاست بنانا چاہتے تھے۔ 27 اگست 2025ء کو وجاہت صاحب نے اپنے کالم بعنوان ''بابائے قوم کی تقریر اور تصور ریاست'' میں لادینیت (Secularism) کی بجائے مختلف پیرایہ بیان اختیار فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں: ''مسلم لیگ اور قائداعظم کی تمام جدوجہد ہندوستانی مسلمانوں کے لیے آئینی تحفظات کی سیاسی جدوجہد تھی۔'' اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ''قائداعظم تحریک خلافت، پین اسلام ازم اور پیشوائیت سے متفق نہیں تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی قائداعظم نے درجنوں مواقع پر پاکستان میں جمہوریت اور اقلیتوں کے لیے مساوی حقوق کا اعلان کیا اور پیشوائیت کو مسترد کیا۔''

یہ درست ہے کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد برعظیم میں چلائی جانے والی ''تحریک خلافت'' میں قائداعظم شامل نہیں ہوئے مگر اس کے باوجود وہ اپنے انتقال سے پہلے پاکستان کو ''خلافت راشدہ'' کا نمونہ بنانے کی انتہائی آرزو رکھتے تھے اور اس کی اتنی تاکید کی کہ شدید علالت کی وجہ سے نقاہت اتنی تھی کہ بول نہیں سکتے تھے لیکن انتہائی بے تابی کے عالم میں اپنی آخری تمنا کا اظہار کیا تھا۔ قیامِ پاکستان کے ٹھیک ایک سال بعد قائداعظم انتہائی علالت کے عالم میں' زیارت ریذیڈنسی میں' گویا بستر مرگ پر اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے تو اُن کا علاج کرنل الٰہی بخش اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ پوری توجہ اور جانفشانی سے کر رہے تھے۔ دونوں معالجوں نے بعد میں اپنی یادداشتیں بھی تحریر کی ہیں۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی یادداشت کا ایک اقتباس روزنامہ ''جنگ'' نے اپنی 11 ستمبر 1988ء کی ایک خصوصی اشاعت میں شائع کیا تھا' جس میں قائداعظم نے پاکستان کے مستقبل کا پورا خاکہ اہلِ پاکستان کے سامنے رکھ دیا ہے:

''میرے لیے یہ بات حیرت کا باعث تھی کہ لاہور سے زیارت تک کا سفر طے کر کے میں شدید بیماری میں مبتلا قائداعظم کے کمرے میں داخل ہوا تو اس کے باوجود کہ بانیٔ پاکستان انتہائی کمزور ہو چکے تھے اور ان کا جسم کمبل میں لپٹا ہوا تھا' انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالتے ہوئے مجھ سے نہایت گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور پوچھا ''آپ کو راستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟'' مرض الموت میں مبتلا اس عظیم انسان کے اخلاق' تواضع اور انکساری کی یہ اچھوتی مثال تھی' حالانکہ مجھ سے ہاتھ ملانے اور مزاج پرسی کرنے ہی سے وہ ہانپنے لگے اور بعد میں کئی منٹ تک آنکھیں بند کیے لیٹے رہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کو ایک آزاد وطن سے روشناس کرانے والے قائداعظم کا خدا پر ایمان اور اصولوں پر یقین ہمارے لیے خوشگوار حیرت کا باعث تھا۔ قائداعظم بظاہر ان معنوں میں مذہبی رہنما نہ تھے جن معنوں میں عام طور پر ہم مذہبی رہنماؤں کو لیتے ہیں' لیکن مذہب پر اُن کا یقین کامل تھا۔ ایک بار دوا کے اثرات دیکھنے کے لیے ہم ان کے پاس بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں' لیکن ہم نے بات چیت سے منع کر رکھا تھا' اس لیے الفاظ لبوں پر آ کر رک جاتے ہیں۔ اس ذہنی کشمکش سے نجات دلانے کے لیے ہم نے خود انہیں دعوت دی تو وہ بولے:

''تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسولِ خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں' تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔ پاکستان میں سب کچھ ہے۔ اس کی پہاڑوں' ریگستانوں اور میدانوں میں نباتات بھی ہیں اور معدنیات بھی۔ انہیں تسخیر کرنا پاکستانی قوم کا فرض ہے۔ قومیں نیک نیتی' دیانت داری' اچھے اعمال اور نظم و ضبط سے بنتی ہیں اور اخلاقی برائیوں' منافقت' زر پرستی اور خود پسندی سے تباہ ہو جاتی ہیں۔''

ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی ڈائری کا مذکورہ بالا طویل اقتباس قصداً اس لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ ہمارے دانشور وصحافی حضرات غور فرمائیں کہ اتنی وضاحت اور دوٹوک انداز میں قائداعظم آخری کلمات میں پاکستان کی منزل ''نظامِ خلافت راشدہ'' کو قرار دیتے ہیں تو ہمارے یہ بھائی قائد کی بات مان کر پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے میں اپنا کردار ادا کریں اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔ اسلام کے عادلانہ نظام میں اقلیتوں کے حقوق کی بھی پاسداری ہوگی اور جمہوریت سے بہتر شورائی نظام ہوگا جس میں انسانوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں کامیابی کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

رہا وجاہت صاحب کا یہ موقف کہ ''پاکستان ایک قومی ریاست کے طور پر وجود میں آیا۔ قومی ریاست کے تین بنیادی اصول ہیں۔ شہریوں کی حاکمیت اعلیٰ، متعین جغرافیائی حدود اور شہریت کی مساوات'' تو یہ بھی ان کا طبع زاد اور خود ساختہ ہے۔ اس کے لیے قرآن وسنت اور سیرت طیبہ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعض دانشور ''میثاق مدینہ'' کو Inclusive Society/State کے لیے بنیاد قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ نبی ﷺ نے عبوری انتظام کیا تھا تاکہ اہل کتاب اور دیگر قبائل کو اسلامی نظام کی برکات کو قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملے۔ اس میں اصل چیز نبی ﷺ کی Authority یعنی ''حَکم'' ہونے کی حیثیت کو تسلیم کرنا تھا۔ اسی طرح اسلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کو شرک قرار دیتا ہے (ان الحکم الا للہ)۔ اور یہ جان لیجیے وجاہت صاحب کہ اسلامی ریاست جہانی ریاست (World State) ہے اور ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' اور اس کی کامل شہریت بھی صرف اہل ایمان کو حاصل ہوگی۔ البتہ غیر مسلموں کے جان، مال عزت و آبرو کی حفاظت مسلمانوں کی طرح کی جائے گی۔

ہم محترم وجاہت صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے عرض کریں گے کہ یقیناً اسلام میں پاپائیت یا پیشوایت کا کوئی تصور نہیں ہے البتہ مسلم اخوت کا تصور ہے اور اس کو اگر Pan Islamism سے تعبیر کیا جائے تو اس کا مقصد اقبال کے الفاظ میں ''حرم کی پاسبانی'' ہے۔ ساری زمین حضور ﷺ کے لیے مسجد کی طرح ہے۔ اس میں کہیں خرابی یا فساد رونما ہو تو اس کو دفع کرنا، آپ کی امت کا ایک فرض منصبی ہے۔ اس معنیٰ میں جب گاندھی نے قائداعظم سے پوچھا تھا کہ "Are you heading towards Pan Islamism." تو قائداعظم نے فوری جواب دیا تھا "Yes"۔ ''وجاہت صاحب! آپ بھی کہہ دیں جی ہاں ہمیں پاکستان میں اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام چاہیے جو پوری دنیا کے لیے رحمت کا باعث ہو گا۔'' ان شاء اللہ!

وجاہت صاحب کی بہت سی باتیں محل نظر ہیں۔ کس کس کا جواب دیا جائے اس کے لیے کالم کفایت نہیں کرتا بلکہ ایک مستقل تصنیف درکار ہے اور خوش قسمتی سے محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تالیف ''استحکام پاکستان'' موجود ہے۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ آخر میں ان کے اٹھائے گئے سوالات دیکھیے۔ فرماتے ہیں'' دنیا بھر کی جمہوری حکومتیں دیکھ کر ہمیں بتائیے کہ وہ کون سا ملک ہے جہاں جمہوریت تو موجود ہے لیکن حکومت مذہب، رنگ، زبان یا نسل کی بنیاد پر شہریوں میں تفریق اور درجہ بندی کرتی ہو۔'' ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ کیا بھارت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت نہیں ہے؟ وہاں مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے رہنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ کیا برطانیہ جمہوریت کی ماں نہیں ہے؟ کیا وہاں کالے اور گورے مساوی ہیں؟ کیا امریکہ میں جمہوریت نہیں ہے؟ وہاں اسلام اور نصرانیت یکساں ہیں اور مسلمانوں کے خلاف امتیاز وفرق روا نہیں رکھا جاتا؟ اور ہاں کیا امریکی صدر کی حلف وفاداری بائبل کے سائے میں نہیں ہوتی؟ اور جمہوریت کی جنم بھومی فرانس میں مسلمان بچیوں کے سروں سے سکارف نوچے نہیں گئے؟ وجاہت صاحب کچھ تو خیال کریں! آپ مسلمان ہو کر کفر کی نمائندگی کیوں کر رہے ہیں؟ ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(18 تا 24 ستمبر 2025ء)

جمعرات 18 ستمبر: صبح لاہور آمد ہوئی۔ مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر کو شعبہ انتظامی وقانونی امور اور رابطہ، سہ پہر کو شعبہ نظامت اور شام کو شعبہ نشر واشاعت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 19 ستمبر: صبح شعبہ مالیات کے اجلاس کی صدارت کی۔ نماز جمعہ سے قبل مشیر خصوصی محترم ایوب بیگ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں ارشاد فرمایا۔ سہ پہر کو ماہنامہ ''میثاق'' کے حوالہ سے ایک اجلاس کی صدارت کی۔ شام کو حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام ''سیرت مصطفیٰ ﷺ کے عملی تقاضے'' کے عنوان سے ایک دعوتی پروگرام میں خطاب کیا۔

ہفتہ 20 ستمبر: دن کو توسیعی عاملہ، سہ پہر کو دین حق ٹرسٹ اور شام کو مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

اتوار 21 ستمبر: دن اور شام کو مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت کی۔

پیر 22 ستمبر: صبح کو توسیعی عاملہ اور بعد ازاں مرکزی تربیتی کمیٹی کے اجلاسوں کی صدارت کی۔ شام کو کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ 24 ستمبر: شام کو دو سینئر رفقاء سے ملاقات رہی۔ ایک ملاقات میں امیر حلقہ کراچی شرقی اور دوسری ملاقات میں امیر حلقہ کراچی شرقی کے ساتھ نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی پاکستان 2 بھی شریک ہوئے۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور دیگر تنظیمی امور انجام دیئے۔ متفقہ ترجمہ ونصاب قرآنی کے حوالہ سے بھی ذمہ داریاں انجام دیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز بھی کرائیں۔

قرض کا لین دین اور اسلامی تعلیمات

شعبہ تعلیم و تربیت

دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی کسی سے اُدھار لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لیے اسلام میں اس ناگزیر ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے قرض کے لین دین کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ مگر عام حالات میں بلاوجہ قرض لینا یا نمود و نمائش کے لیے شادی بیاہ پر خرچ کے لیے قرض لینا اچھی بات نہیں ہے۔

قرض لینا بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ قرض دار کو قرضہ کی رقم واپس کرنا ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اُس کے ذِمّہ قرض کی رقم ہو، تو وہ اس وقت تک سبکدوش نہیں ہوتا جب تک اُس کے ورثاء یا کوئی اور شخص وہ رقم ادا نہ کر دے۔ قرآن مجید میں جہاں دوسرے اہم احکام بیان کیے گئے ہیں، وہاں قرض کے معاملات کو گواہوں کی موجودگی میں لکھ لینے کی سختی سے تاکید کی گئی ہے، تاکہ رقم کی مقدار اور ادائیگی کے طریقہ کار میں بھول چوک کا امکان نہ رہے۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی جنازہ آتا تو پوچھتے کہ اس کے ذِمّہ کوئی قرض تو نہیں ہے؟ اگر قرض ہوتا تو اُس کا جنازہ پڑھنے سے گُریز فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس کے ذِمّہ قرض ہے؟'' بتایا گیا: ''نہیں''، تو آپ ﷺ نے اُس کا جنازہ پڑھا دیا۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس کے ذِمّے قرض ہے؟'' بتایا گیا: ''ہاں''، پوچھا: ''کچھ چھوڑ کر مرا ہے؟'' بتایا: ''ہاں، تین دینار''۔ پس آپ ﷺ نے اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''اس کے ذمہ قرض ہے؟'' بتایا گیا: ''ہاں''۔ پوچھا گیا: ''کچھ چھوڑا؟'' لوگوں نے کہا: ''نہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم خود ہی اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔''

یہ سن کر حضرت ابوقتادہ ؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس کا جنازہ آپؐ پڑھا دیجیے، اس کا قرض میرے ذِمّہ ہے۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے اُس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ (صحیح بخاری)

ابتدا میں تو یہ صورت حال رہی، بعد ازاں جب افلاس و ناداری کا دور ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ''جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اُس کے ذِمّہ قرض ہو تو اُس کے قرض کی ادائیگی میں کر دیا کروں گا۔''

نبی اکرم ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد اب اسلامی حکومت کی یہ ذِمّہ داری ہے کہ قرض خواہ کے انتقال کے بعد اُس کے ورثاء کو اُس کا قرض اُتارنے پر مجبور کرے اور اگر ورثاء بھی مالی طور پر کمزور ہوں تو حکومت بیت المال سے اُس شخص کا قرضہ ادا کرنے کی ذِمّہ دار ہوگی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ مرنے والا اپنے سر پر قرض لے کر مرے۔

یہ معاملہ اُن کے لیے بہت سنگین ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے، سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرے کہ اُس پر قرض ہو اور وہ اُس کی ادائیگی کا سامان نہ چھوڑ گیا ہو۔'' (سنن ابی داؤد)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن بندے کی روح، قرضہ کی وجہ سے، بیچ میں معلق رہتی ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کر دیا جائے جو اُس کے ذِمّہ ہے۔'' (رواہ الترمذی)

اس لیے ایسے شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اُس کے وارث جلد از جلد اُس کا قرض ادا کر دیں تاکہ مرنے والا راحت اور رحمت کے اُس مقام تک پہنچ جائے جس کا مومنین صالحین سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ناگزیر حالات میں قرض لینے کی اجازت ہے۔ مگر قرض صرف اتنی مقدار میں لینا چاہیے جتنا ضرورت ہو، اور اس کا مستقبل میں ادا کرنا بھی ممکن ہو، اور اسے ادا کرنے کی نیت بھی ہو۔ ایسے حالات اور نیت کے ساتھ قرضہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی واپسی کے لیے حالات بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ وہ شخص جو اس نیت سے قرضہ لیتا ہے کہ اُسے واپس نہیں کرنا، تو اُسے نہ تو واپسی کی توفیق ہوتی ہے، اور نہ ہی وہ قرضہ سے فارغ ہوتا ہے، بلکہ وہ قرضہ دنیا میں بھی اس کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں سے اُدھار مال لے اور اُس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا کروا دے گا، اور جو کوئی کسی سے اُدھار لے اور اُس کا ارادہ ہی اسے ہڑپ کر لینے کا ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تلف اور تباہ کر دے گا۔'' (صحیح بخاری)

دوسری طرف خوشحال لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر مقروض وقت پر رقم ادا نہ کر سکے تو اُس کی بدحالی اور مجبوری کے پیش نظر اسے مہلت دی جائے اور نرمی اختیار کی جائے۔

امام احمدؒ، ابن ماجہؒ اور حاکمؒ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو شخص مفلس و تنگ دست کو قرض دے کر مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اُس کو ہر دن کے بدلے اُس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور پھر جب ادائیگی کا وقت آئے اور وہ پھر اُسے مہلت دے دے تو اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کی دگنی مقدار کے برابر ثواب ملتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے کہ: ''ایک شخص سے اُس کی موت کے بعد پوچھا گیا: اپنی دنیاوی زندگی پر نظر ڈال اور بتا کہ تیرا کوئی نیک عمل ہے جو تیرے لیے وسیلۂ نجات بن جائے؟''

وہ عرض کرتا ہے: میرے علم میں میرا کوئی ایسا عمل نہیں، سوائے اس کے کہ میں لوگوں کے ساتھ کاروبار

اور خرید وفروخت کا معاملہ کیا کرتا تھا، تو میرا رویہ ان کے ساتھ درگزر اور احسان کا ہوتا تھا۔

میں مالدار کو بھی مہلت دیتا تھا، اور غریبوں اور مفلسوں کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جنت میں داخلے کا حکم فرما دیتا ہے۔"

قرض کے لین دین کی دستاویز تیار کرنا بہت ضروری ہے

جیسا کہ سورۃ البقرہ آیت نمبر 282 میں تاکید کی گئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ "اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو۔"

عام طور پر اس حکم کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور مروت کے پیشِ نظر قرض کی رقم اور شرائطِ ادائیگی پر مشتمل تحریر کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، مگر بات اُس وقت بگڑتی ہے جب جھگڑے اُٹھتے ہیں۔ تب اس حکم کی اہمیت اور اُس کو نظر انداز کرنے کے نقصانات سامنے آتے ہیں۔ لہٰذا:

قرآن مجید کی مندرجہ بالا حکیمانہ اور روشن ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے، رفقائے تنظیم اسلامی سے گزارش ہے کہ وہ آپس کے مالی معاملات میں، خواہ وہ قرض کی صورت میں ہوں یا کسی بھی نوع کی کاروباری شراکت کا معاملہ ہو، درج ذیل امور کا ضرور خیال رکھیں تاکہ بعد کی بدمزگیوں سے محفوظ رہیں۔

1۔ جب بھی رفقاء آپس میں لین دین کا معاملہ کریں تو اُسے باقاعدہ تحریری معاہدے کی صورت میں مرتب کریں۔

2۔ اس تحریری معاہدے پر تنظیم اسلامی کے دو مقامی ذمہ داران کو گواہ ٹھہرایا جائے اور اس تحریر کی ایک کاپی مقامی امیر یا امیر حلقہ کو بھی فراہم کر دی جائے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ ان معاملات میں تنظیم اسلامی پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی بلکہ فریقین ہی کی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اول تو قرض لینے سے ہی محفوظ رکھے، اور ناگزیر حالات میں قرض لینے کی صورت میں اس کی جلد از جلد ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

❀❀❀

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

ہم بھی درج ذیل عقلی ونقلی دلائل کی بنیاد پر مؤخر الذکر نکتہ نظر کے حاملین معاصر علماء سے موافقت اختیار کرتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ تعین کیا جانا ضروری ہے کہ افراطِ زر یا تخفیف قدرِ زر کی صورت میں روپے کی قوتِ خرید میں جو کمی واقع ہوتی ہے کیا وہ مقروض کی کسی کوتاہی یا غلطی کا نتیجہ ہے' جو اُسے قرضوں کی انڈیکسیشن کی صورت میں تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا جائے؟ ادنیٰ تامل سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں صورتیں کسی مقروض کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی اس کی کسی غلطی کی وجہ سے ملک میں افراطِ زر میں اضافہ ہو رہا ہے یا ہماری کرنسی کی قدر گھٹتی چلی جارہی ہے۔ یہ سب کچھ تو ہمارے حکمرانوں کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے جو آئے دن اربوں روپے کے نئے نوٹ چھاپ کر ملک میں مہنگائی اور افراطِ زر کو فروغ دے رہے ہیں۔ آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں نہ تو افراطِ زر کی شرح ہمارے جیسی ہے اور نہ ہی ان کی کرنسیاں اس قدر غیر مستحکم ہیں۔ خود پاکستان کی کرنسی ایک خاص وقت تک مستحکم رہی ہے۔ افراطِ زر کی بڑھتی ہوئی شرح اور تخفیف قدرِ زر کی ذمہ داری مقروض پر ڈالنا قرین انصاف نہیں ہے۔ اصول یہ ہے کہ ہر کوئی اپنا بوجھ اٹھائے گا' کسی پر کسی کی غلطی یا کوتاہی کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا ہے۔ لہٰذا افراطِ زر یا تخفیف قدرِ زر کی صورت میں کرنسی کی قوتِ خرید میں جو کمی واقع ہوتی ہے اس کی تلافی کے لیے مقروض کو پابند کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1252 دن گزر چکے!

رفقاء متوجہ ہوں

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس، پیہونٹ نزد نیلور، اسلام آباد'' میں

12 تا 18 اکتوبر 2025ء (بروز اتوار بعد نماز عصر تا بروز ہفتہ بعد نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

17 تا 19 اکتوبر 2025ء (بروز جمعۃ المبارک بعد عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ (صفحات: 1 تا 90) ☆ اسلام کا انقلابی منشور (ویڈیو نمبر 5)

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0316-5087237 / 051-4866055 / 051-2751014

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

سچا سہارا کون؟

شکیبا عمران

’’جبکہ انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور اس کا پھل اُتار لیں گے صبح سویرے۔ اور انہوں نے (اس پر) ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ پس ایک پھرنے والا پھر گیا اس (باغ) پر آپ کے رب کی طرف سے جبکہ وہ ابھی سوئے ہوئے ہی تھے۔ تو وہ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔ اب صبح ہی صبح انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ کہ صبح سویرے چلو اپنے کھیت کی طرف اگر تم پھل توڑنا چاہتے ہو۔ چنانچہ وہ چلے اور آپس میں چپکے چپکے یہ باتیں کرتے جا رہے تھے۔ کہ دیکھو آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے چلے جلدی جلدی (یہ سمجھتے ہوئے) کہ وہ اس ارادہ پر پوری طرح قادر ہیں۔ پھر جب اُنہوں نے اس (باغ) کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو کہیں بھٹک گئے ہیں۔ نہیں نہیں (باغ تو یہی ہے) بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔ ان کے درمیان والے نے کہا: میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم (اپنے رب کی) تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: (واقعی تم ٹھیک کہتے ہو) ہمارا رب پاک ہے‘ بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ (بالآخر اعتراف کرتے ہوئے) وہ کہنے لگے: ہائے ہماری بدبختی! اصل میں ہم سب ہی اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر عطا کر دے گا‘ اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی طرح آتا ہے عذاب! اور آخرت کا عذاب تو یقیناً بہت ہی بڑا ہے۔ کاش کہ یہ لوگ (اس حقیقت کو) جانتے!‘‘ (القلم: 17 تا 33)

قرآن زندہ لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا مگر افسوس ہم نے اِسے مردہ لوگوں کے لیے ثواب کی کتاب بنا دیا۔ جب یہ عمل کرنے کی کتاب نہیں رہی تو اسے سمجھنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ قرآن محض پڑھنے اور اپنے پیاروں کو بخشنے کا ذریعہ بن کر رہ گیا۔ حالانکہ اللہ ہم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اس نے زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی ہمیں بھٹکنے کے لیے تنہا نہیں چھوڑا۔ ہر معاملے میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ جیسے ایک ماں نئے نئے چلنے والے بچے کو تنہا نہیں چھوڑتی اگر بچہ ضد میں ماں کا ہاتھ چھڑا کر خود چلنے کی کوشش بھی کرے تو ماں پیچھے پیچھے چلتی رہتی ہے تاکہ گرنے سے پہلے اُسے تھام لے۔ اللہ بھی اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے اور اپنے ان ضدی بندوں کو بھی جہنم کی کھائی میں گرنے نہیں دیتا جو اپنے علم و عقل کے غرور میں اللہ کی رسی (قرآن) کو چھوڑ کر خود چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان آیات میں بھی اللہ اس قصے کے ذریعے اپنے بندوں کو یہ ہدایت دے رہا ہے کہ مال پر بھروسا کرنے کا مطلب اپنے خالق کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ اللہ کی عطا جب چاہے وہ واپس لے سکتا ہے۔ پھر مال کے حصول کی خاطر سخت محنت کرنا، بینکوں سے قرض لے کر گھر، گاڑی وغیرہ لینا، گھر والوں سے دور پردیس میں قید تنہائی کاٹنا، غیر اسلامی ممالک کی شہریت اختیار کرنا اور ان کے تمام قوانین کی اطاعت کرنا، بچوں کو ڈے کیئر سینٹر میں ڈال کر ماؤں کا ملازمت کرنا وغیرہ اور ان تمام جدوجہد کے بعد یہ سوچنا کہ اللہ نے مجھے میری محنت کا صلہ دے دیا۔ اب میری زندگی اپنی محنت کی کمائی سے بنائے گئے گھر میں سکون سے گزرے گی۔ میرے برے دن ختم، اب اچھے دن آ گئے ہیں، یہی وہ سوچ ہے جو انسان کو اللہ پر ایمان کے بجائے مال پر بھروسا کرنا سکھاتی ہے اور اسی سوچ کو اللہ ان آیات میں نقل کرتا ہے کہ جب بندہ اللہ کے بجائے اپنے مال پر بھروسا کرنے لگتا ہے تو اللہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا مال پلک جھپکتے کبھی راکھ کر دیتا ہے تو کبھی زیر آب کر دیتا ہے۔ پھر اس وقت انسان ہوش میں آتا ہے اور اپنی سوچ بھٹکنے پر توبہ کرتا ہے۔ مگر دورِ جدید کے باشعور انسان اپنی آنکھوں سے بستیوں کی بستیاں سیلابی ریلے میں غائب ہوتا دیکھنے کے باوجود، دنیا کے سب سے مہنگے محلات ’’ہالی ووڈ‘‘ لاس اینجلس میں اپنی آنکھوں سے جل کر خاکستر ہوتا دیکھنے کے باوجود اسے موسمیاتی تبدیلی سمجھنے اور کہنے پر زور دے رہے ہیں حالانکہ اللہ ہماری رہنمائی کر رہا ہے کہ ’’عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً سب سے بڑا ہے۔‘‘

’’اور اُس کا سارا ثمر سمیٹ لیا گیا‘ تو وہ ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر جو کچھ اُس نے اس میں خرچ کیا تھا‘ اور وہ (باغ) گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر‘ اور وہ کہہ رہا تھا: ہائے میری شامت‘ کاش میں نے اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔ اور نہ ہوئی اُس کے لیے کوئی جماعت جو اللہ کے مقابلے میں اُس کی مدد کو آتی اور نہ وہ خود ہی انتقام لینے والا بن سکا۔ یہاں تو تمام اختیار اللہ ہی کا ہے جو الحق ہے۔ وہی بہتر ہے انعام دینے میں اور وہی بہتر ہے عاقبت کے اعتبار سے۔‘‘ (الکھف: 42 تا 44)

اللہ بار بار قرآن میں دہراتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی بھی چیز مثلاً مال، دولت، عہدہ وغیرہ کو اپنی طاقت سمجھنا شرک ہے۔ اتنی واضح ہدایت کے باوجود بھی گھر، دولت، جائیداد، عہدوں وغیرہ کو اپنا آسرا سمجھنا اور اس کے حصول کے لیے اپنا وقت، صحت، صلاحیت غرض زندگی وقف کر دینا کیا دانشمندی ہے؟ اس کے جواب میں لوگ کہتے ہیں کہ اس دور میں مہنگائی بہت ہے۔ خرچہ چلانا بہت مشکل ہو گیا ہے اس لیے گھر کے ہر فرد کو کمانا پڑتا ہے۔ وہ دور گیا جب ایک کماتا تھا اور دس کھاتے تھے۔ اس سوچ کے لیے ایک مثال ہی کافی ہے کہ 2020ء میں کورونا وبا کے دوران جب پوری دنیا ایک ساتھ رک گئی تھی۔ ایئرپورٹ جہازوں سے خالی، اسٹیڈیم کھیلوں سے خالی، ہوٹلز، شاپنگ مالز، دفاتر، سڑکیں تک لوگوں سے خالی، تمام لوگ گھروں میں قید۔ ان حالات میں دنیا کے کسی کونے سے ایک کیس بھی ایسا رپورٹ نہیں ہوا کہ ایک مزدور گھر میں قید مزدوری نہ ملنے کی وجہ سے بھوک کی شدت سے گھر میں مردہ پایا گیا۔ اس سے کیا سبق ملتا ہے؟ کہ ہمیں مہنگائی کے خوف سے بھگائے رکھنے کا کام شیطان کا ہے جس نے بنی اسرائیل کو بھی یہ خوف دلایا تھا کہ اگر کل من و سلویٰ نازل نہیں ہوا تو آج کے مال سے ذخیرہ کر کے رکھو تاکہ کل بھوک سے محفوظ رہ سکو۔ اللہ سے توکل ختم کروا کر مال کا ذخیرہ کروانا شیطان کا پرانا ہتھیار رہے۔ اور آج اسی پرانے ہتھیار سے نیا وار کر رہا ہے۔ ہمیں ورغلاتا ہے کہ بچت کرو، پیسہ جوڑ کر جمع کرو، برے وقت میں کام آئے گا۔ مطلب ہمیں اللہ کے مقابلے پر کھڑا کرتا ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش آئی تو یہ بچت اور جمع شدہ مال ہمیں آزمائش سے محفوظ رکھے گا اور ہم اس کے بہکاوے میں یہ سوچے سمجھے بغیر آ گئے کہ اگر اللہ کسی کو بھوکا رکھنا چاہے تو کون سی قوت ہے جو کھانا کھلا سکتی ہے۔ جسے اللہ آزمائش میں ڈالے اسے کون سی طاقت اس آزمائش سے نکال سکتی ہے۔ مگر شیطان کی چال سمجھنے کے بجائے ہم اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائش سے مقابلہ کرنے کے لیے مال کمانے اور بچانے میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں اور اپنے ابدی دشمن شیطان کے بھگانے پر بھاگے جا رہے ہیں۔

’’اور یہ (قرآن) کسی شیطانِ مردود کا قول نہیں ہے۔ تو تم کدھر چلے جا رہے ہو؟‘‘ (التکویر: 25، 26)

دل کے بہلانے کو......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اس وقت دنیا میں شہ سرخی لگی ہے، برطانیہ، کینیڈا اور آسٹریلیا کے فلسطینی ریاست کو تسلیم کر لینے کی۔ برطانیہ نے کہا: 'غزہ بحران ناقابل برداشت ہے'۔ کینیڈا نے مژدہ دیا: 'پر امن بقائے باہمی کو مدد ملے گی'۔ فرانس بھی اعلان کرنے والا ہے۔ محمود عباس، 'تسلیم شدہ فلسطین' کا صدر، جو تمام عرصہ مغربی کنارے کو بھی بچا نہ پایا۔ عملاً اسرائیل، مغرب ہی کی کٹھ پتلی رہا، نے بھی اس اقدام کو پائیدار امن کے لیے سراہا۔ ایک نظر زمینی حقائق پر: 140 ممالک پہلے ہی آزاد فلسطینی ریاست تسلیم کر چکے ہیں۔ جس سے رتی بھر فرق نہ پڑا۔ ایک ایسے وقت میں یہ اقدام، جب اسرائیل نے حقیقی فلسطینی ریاست کا وجود ہی بالکل ناممکن بنا دیا ہے، اس پر درست تبصرہ اسرائیل کا ہے۔ کہ 'یہ مضحکہ خیز ہے!' اور وہ عمل سے اسے ثابت کر کے دکھا بھی رہا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل (باپ، بیٹا) دونوں اس پر ناراض ہیں اور اسے پرکاہ کی وقعت نہیں دے رہے۔ سو عملاً: 'دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے!'

وہم وگمان کی دنیا (یعنی میڈیا کی دنیا) سے نکل کر حقائق دیکھیے۔ عین 21 ستمبر کو وہی لاشوں کی تصاویر، جن کی فراہمی میں اسرائیل مزید تیزی لے آیا ہے۔ الشفاء ہسپتال کے ڈائریکٹر کے بھائی کے گھر پر غزہ شہر میں حملہ کر کے اس کے اپنے کئی بچوں سمیت اموات کا فخریہ اعلان کیا ہے۔ امریکہ، اسرائیل کو عین اسی وقت 6.4 ارب ڈالر کے ہتھیاروں کی فروخت کی کانگریس سے تصدیق کروا رہا ہے۔ برطانیہ جس نے کہا کہ یہ ناقابل برداشت ہے، کا پردہ، فلسطین پر مسلسل متحرک، پنک کوڈ، تنظیم کی رکن نے فوراً ہی چاک کیا ہے: 'برطانیہ فلسطینی ریاست تو تسلیم کر رہا ہے مگر اسرائیل کو مسلح کرتا رہے گا، اس سے تجارت جاری رکھے گا۔ نئی غیر قانونی اسرائیلی آبادکاریوں سے منہ پھیرے رکھے گا۔ جس سے فلسطینی ریاست کا وجود ناممکن ہوگا'۔ ایسا بلا احتساب تسلیم کرنا منافقت ہے۔ سادہ لوح مسلمان صرف ریاست کے نام پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ 'اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے'، کا قرآنی اصول لے کر دیکھیے محمد المصری، پروفیسر دوحہ انسٹی ٹیوٹ آف گریجویٹ سٹڈیز نے الجزیرۃ کو بتایا: 'یہ عالمی برادری (ہر شعبۂ زندگی کے ذی ہوش!) کے بے پناہ بڑھتے دباؤ، اور اپنے عوام کے ہاتھوں، کچھ کر کے دکھانے پر مجبور ہو چکے تھے۔ چنانچہ یہ کیا کہ برسرِ زمین کوئی حقیقی (بامعنی باثر) اقدام کیے بغیر یہ کہہ سکیں کہ انھوں نے کچھ کیا ہے۔ (نہ جنگ بندی ہو رہی ہے، نہ اسرائیلی فوج غزہ سے نکل رہی ہے!) حقیقی اثر اندازی کے لیے یہ اسرائیل پر فضائی حدود بلاک کر دیتے۔ معاشی، سفارتی تعلقات منقطع کرتے۔ امن فوج لا کر بہت کچھ ایسا کر سکتے تھے جس سے اسرائیل کو نقصان پہنچتا اور وہ نسل کشی، قتلِ عام روکنے پر مجبور ہوتا!'

تمام فوجی تجارتی روابط منقطع کیے جاتے، فوری جنگ بندی مسلط کر کے، محاصرہ ختم اور خوراک کی یو این کے ذریعے حقیقی ترسیل کا اقدام ہوتا تو فلسطینی ریاست میں زندگی کے آثار نظر آتے۔ بلا ہتھیار اور اپنے دفاع کا حق، فوج تک رکھنے کی اجازت سے محروم لولی لنگڑی ریاست ایک سیاسی ڈرامے کے سوا کچھ نہیں۔ اس ڈرامے کے کردار کتنے ہی نامور کیوں نہ ہوں۔ توتلی، سمجھ نہ آنے والی زبان بول کر بہلا گئے ہیں! اسرائیل نے اسے اہل غزہ کو دہشت گردی کا انعام قرار دیا ہے۔ یہ کتنا بے رحم لطیفہ ہے۔ 2001ء میں جنم لینے والا یہ مخبوط الحواس فلسفہ ہے۔ 7 اکتوبر کو حماس نے کل 1,195 افراد حملے میں مارے۔ ان میں سے 736 شہری بشمول 38 بچے تھے (جو قصداً نہیں حادثتاً مرے)۔ غزہ کے حقیقی اعداد و شمار آ چکے: سورس کا کہنا ہے کہ 6 لاکھ 80 ہزار شہادتیں۔ جن میں 3 لاکھ 80 ہزار 5 برس سے کم عمر بچے تھے۔ 3 ستمبر 2025ء تک۔ دہشت گردی کا مذاق بہت ہو چکا۔ یہ صرف جہاد فی سبیل اللہ اور مسلمانوں کو باعمل بننے سے روکنے کی اصطلاح ہے۔

اسرائیل جو انسانی برادری میں قتل عام کی مجرم، اچھوت ریاست قرار دی جا چکی وہ ان بے ضمیر عالمی قائدین، جمہوریت دانوں کے نزدیک آج بھی مظلوم اور مقدس ہے۔ اور کچل دیئے جانے والے نہتے شہری آگ اور دھوئیں میں ملبے تلے دب جانے والے دہشت گرد ہیں! حد ہو گئی حد! اس لہولہان منظر کو مل کر امن کے نوبل انعام کے مستحق ٹرمپ (امریکہ)، نتن یاہو، یورپ و دیگر مغربی ممالک کے دودھ کے دھلے حکمرانوں نے تخلیق کیا ہے! اب جب مغربی عوام نے پوری دنیا زیروزبر کر دی۔ ویمبلے ایرینا (برطانیہ) کی بلند پایہ مبنی بر حقائق تقاریر انھیں نیلسن مینڈیلا اور جنوبی افریقہ کی یاد دلانے لگ گئیں۔ سارے آرٹسٹ، گویے چلا اٹھے۔ امریکی پائلٹوں کو اسرائیل کی مدد پر ڈیوٹی دینے سے انکار پر گرفتار کرنا پڑا۔ آسٹریلیا میں لکھوکھا مظاہرین کے احتجاج کے مسلسل 100 ہفتے پورے ہو گئے تو انھیں کچھ کر کے دکھانا پڑا۔ خود دیکھ لیجیے غزہ کے آج کے مناظر، گزری کل سے زیادہ ہولناک ہیں۔ ایک فلسطینی 2 سال ہجرتوں، بے دخلیوں کی شدتیں کاٹتا، دربدری میں کہہ رہا ہے......

'اے برطانیہ، یورپ، خالی لفظوں سے نہ بہلاؤ۔ اے دنیا ہمیں دھوکا نہ دو۔ واللہ! ہم اپنی سرزمین پر واپس آئیں گے موسیٰ کی طرح اور نتن یاہو سمندر میں ڈوبے گا فرعون کی طرح'۔ اجڑے، بمباری زدہ ہسپتال کی (آسٹریلوی) ڈاکٹر ندا عبدالرب کہتی ہے۔ ہسپتال ڈھے چکے ہیں۔ طبی ضروریات، وسائل لاموجود۔ اسرائیل تیز ترین حملے کر رہا ہے، اپاچی، F-16، F-35 موت برسا رہے ہیں۔ (ایمبولینسوں کی جگہ یہ موجود ہیں!) 70، 80 فی صد مریض بچے، حاملہ خواتین ہیں۔ ہسپتال کے ملبے تلے 1500 دبے ہوئے (مریض!) ہیں۔ نہ نیٹ، نہ بجلی۔ ہمیں مکمل چپ رہنے کا حکم ہے۔ کوئی ہے جو اس ہولناک دہشت گردی کو روک دے؟

یہ ہے تسلیم شدہ فلسطینی ریاست کی حقیقت، اس کے شب و روز، جس پر مگرمچھ کے آنسوؤں نے موسیماتی بحران کھڑا کر کے شہ سرخیاں بنا ڈالیں، یو این جنرل اسمبلی اجلاس سے عین پہلے۔ طریق واردات یہ ہے کہ ایک کے بعد ایک دھیان بٹانے والی کانفرنس، سربراہی اجلاس، ملاقاتیں، دورے۔ ہر ایک سے گھن گرج والے اعلانات۔ امیدیں وابستہ اور پھر ٹائیں ٹائیں فش۔ اس کی آڑ میں کب سے 'دو ریاستی حل' توقعات بڑھاتا رہا۔ اس دوران غزہ کی Skyline (آسمان سے نظارہ) مکمل ملبے کے ڈھیر، اجڑے ٹینٹ، بڑے ٹاورز کا نام و نشان ختم، دھواں، آگ کے شعلے، فاقہ زدگان ٹوٹے قدموں سے

دو سال انخلا در انخلا سہتے! یہاں ہم عذاب نما سیلابوں میں رلے، مغربی سرحدات پر بدامنی سے نمٹتے رہے۔ قوم غزہ پر خوشخبری کی منتظر تھی باقی دنیا کے معصوموں کے ساتھ۔ مگر منظر بالآخر وہی بنا جو غزہ کی حاملہ ماؤں کے تین متوقع بچوں کے ٹوٹیس میں نظر آیا تھا۔ بموں کی شدت میں ماں کا پیٹ پھٹا اور جنین، ڈاکٹر کے دستانے والے ہاتھ پہ رکھا ایک بے جان وجود جس کی ٹانگیں، بازو لٹک رہے تھے ہاتھ سے۔ جو بڑا ہو کر 'خماس' (عبرانی تلفظ) بن سکتا تھا، اسرائیل کے لیے امن کی نوید بن کر ڈاکٹر کے ہاتھ پر آن چکا۔ بس یہی ہے نیم جان 'فلسطینی ریاست' جواب دھڑا دھڑ تسلیم کی جائے گی۔ یہ فارمولا امن نہیں دے سکتا۔ یہ امت کے منہ میں دیا گیا Pacifier، چوسنی ہے پلاسٹک کی! رہا پاکستان، سعودی عرب پیکٹ۔ یہ صرف باضابطہ شکل ہے پہلے سے راحیل شریف کی سربراہی میں موجود حفاظتی فوج کی جو ان کے لیے حرم کی حفاظت کو گئی تھی۔ چونکہ تذکرہ سارا 'کاونٹر ٹیررازم' کا ہے تو نہ بھارت نہ اسرائیل کے لیے یہ واویلے کا باعث بننا چاہیے۔ محدود مقاصد ہیں سعودی ریاست کے اندر۔ احادیث البتہ آنے والے مناظر ضرور اندریں حالات واضح کرتی ہیں۔ مگر قوم قرآن حدیث سے بے بہرہ رکھی گئی ہے۔ سو راوی (وقتی طور پر چڑھ بھی جائے!) تو چین ہی چین لکھتا ہے! البتہ ایٹمی تذکرے میڈیا پر زیادہ لانے نامناسب ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ جو اسرائیل کا اصل ہدف ہے، اس کے بیچ ایٹمی پاکستان کا جا کھڑا ہونا خطرے کا باعث ہے ہماری اس صلاحیت کے لیے۔

اس دوران امریکہ نے بگرام کا قضیہ چھیڑا اور منہ کی کھائی افغان وزارتِ دفاع کے ہاتھوں۔ بگرام میں بھی ٹرمپ چین سے بڑھ کر پاکستان پر نظر جمانے کی فکر میں ہے۔ یہ پارٹنرشپ ہمیں لوٹنے کے درپے ہے۔ ہوشیار رہیے امریکہ سے! لانگ وار جرنل امریکی موقر جریدے نے لکھا: 'طالبان اس معاملے میں پرعزم رہے ہیں کہ وہ امریکہ یا کسی غیر ملکی موجودگی کو اپنی سرزمین پر اجازت نہ دیں گے۔ ان کے جہاد کا مقصد تمام بیرونی فوجیں نکال کر اسلامی اماراتِ افغانستان قائم کرنا تھا۔ امریکہ 2 جولائی 2012ء کی رات کو افغان اتحادیوں کو بتائے بغیر رات کے وقت انخلا کر گیا۔ 15 اگست کو طالبان نے اس پر قبضہ کر کے ہزاروں قیدی رہا کیے!' یعنی بڑے بے آبرو ہو کر اس کوچے سے نکلنے والے اب کس برتے پر پھر پر تول رہے ہیں؟!!

❁❁❁

پریس ریلیز 26 ستمبر 2025ء

فلسطین کے دو ریاستی حل کو تسلیم کرنا درحقیقت ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے قبضہ کو تسلیم کرنا ہے

گریٹر اسرائیل کے منصوبہ سے عرب ممالک کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے

دشمن کے مذموم مقاصد کو ناکام بنانے کے لیے مسلم ممالک کا اتحاد ناگزیر ہے

شجاع الدین شیخ

فلسطین کے دو ریاستی حل کو تسلیم کرنا درحقیقت ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے قبضہ کو تسلیم کرنا ہے۔ گریٹر اسرائیل کے منصوبہ سے عرب ممالک کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔ دشمن کے مذموم مقاصد کو ناکام بنانے کے لیے مسلم ممالک کا اتحاد ناگزیر ہے۔ اِن خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ حال ہی میں کئی مغربی ممالک نے 'فلسطینی ریاست' کو تسلیم کر لیا ہے۔ دوسری طرف بعض مسلم ممالک کے سربراہان بھی زور دے رہے ہیں کہ تمام مسلم ممالک فلسطینی ریاست کو تسلیم کر لیں، جس کی حیثیت اسرائیل کی ایک کالونی سے زیادہ نہیں ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ فلسطین میں مسلمانوں کا مقدس حرم یعنی مسجد اقصیٰ موجود ہے، جس کی تولیت کا حق صرف مسلمانوں کا ہے۔ لہٰذا فلسطین میں صرف ایک ریاست کے وجود کا دینی جواز ہے جو مسلمانوں کی ہو۔ پھر یہ کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق بھی اسرائیل کا فلسطین پر قبضہ غیر قانونی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو اپنے بیانات میں بار بار گریٹر اسرائیل کے قیام کے عزم کا اظہار کر رہا ہے اور امریکی معاونت کے ساتھ اس ابلیسی منصوبہ کی تکمیل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ طاغوتی قوتوں کے تمام مذموم مقاصد اور مظالم کو روکنے کے لیے مسلم ممالک کا کثیر الجہتی اتحاد ناگزیر ہو چکا ہے۔ اگر اب بھی مسلم ممالک متحد ہو کر عسکری اتحاد نہیں بناتے، گلوبل صمود فلوٹیلا کی حفاظت کے لیے عملی اقدامات نہیں کرتے اور صہیونیوں کے توسیعی منصوبوں کو روکنے کے لیے عملی اقدامات نہیں کرتے بلکہ امریکہ، اقوامِ متحدہ اور یورپی ممالک پر ہی تکیہ کرتے رہتے ہیں تو مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی اور اہلِ فلسطین کو مزید شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آخر میں اُنہوں نے دعا کی اللہ تعالیٰ مسلم ممالک کے حکمرانوں اور افواج کو غیرت وحمیتِ دینی عطا فرمائے تاکہ وہ متحد ہو کر دشمن کے سامنے صحیح معنوں میں بنیان مرصوص بن جائیں۔ اسی میں مسلمانوں کی دنیا اور آخرت دونوں کی کامرانی مضمر ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا 1996 میں جاری کردہ

ترجمہ قرآن حکیم کورس

اب بذریعہ واٹس ایپ

مشترک، یکساں الفاظ اور تین رنگوں کی مدد سے گرامر کے بغیر صرف علامات کے ذریعے

Quran Academy, 36K Model Town, Lahore

Whatsapp No. 03334470224, 03094036972

distancelearning@tanzeem.org

www.QuranAcademyLahore.com

عصیان: وجوہات اور اثرات

مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ

اردو میں ''عصیان'' کا معنی نافرمانی اور گناہ کیا جاتا ہے۔ ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی زندگی کے ہر شعبے میں اطاعت کرے۔ جب وہ ایسا نہیں کرتا تو گناہ گار شمار ہوتا ہے۔ امام ابن قیمؒ اپنی لاجواب کتاب ''الجواب الکافی'' میں فرماتے ہیں کہ گناہ کا دل پر وہی اثر ہوتا ہے جو زہر کا جسم پر ہوتا ہے۔ البتہ اس ضرر اور اثر کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ دیکھا جائے تو دنیا اور آخرت کے جتنے بھی شر ہیں وہ گناہوں ہی کی وجہ سے تو ہیں کبھی سوچیے تو سہی!

وہ کیا چیز تھی جس نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو لذت و نعمت اور فرحت و بشاشت کے گھر (جنت) سے نکال کر غموں اور پریشانیوں، ہموم و افکار کے گھر (دنیا) میں پہنچا دیا؟ وہ کیا سبب تھا جس کی وجہ سے ابلیس کو آسمانوں کی ملکوت سے نکلنا پڑا اور وہ دائمی لعنت کا مستحق بنا۔

آخر کیا وجہ تھی کہ قومِ نوح کو پانی کی طوفانی موجوں میں غرق کر دیا گیا۔ قومِ عاد پر ایسی ہوا کیوں مسلط کی گئی جس نے اُنہیں اُٹھا اُٹھا کر زمین پر پٹخا۔

قومِ ثمود کو اس خوفناک زلزلے اور چنگھاڑ کا کیوں سامنا کرنا پڑا جس سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ قومِ لوط کی بستیوں کو آسمانوں کے قریب تک اُٹھایا گیا۔ پھر انہیں پٹخ دیا گیا اور وہ سب ہلاک ہو کر رہ گئے؟ اہلِ مدین پر بادل کا عذاب کیوں آیا جسے دیکھ کر وہ سمجھے تھے کہ ان پر بارش برسے گی، لیکن اس بادل سے آگ برسی جس نے اُنہیں زندہ جلا دیا؟

فرعون اور اُس کی قوم کو سمندر میں کیوں ڈبو دیا گیا؟ اُن کے جسم غرق ہو گئے اور ان کی روحیں جلنے کے لیے رہ گئیں؟ سورۃ یٰسین میں جن سرکشوں کا ذکر ہے وہ ایک ہی چیخ میں بجھی ہوئی راکھ کیوں بن گئے؟

وہ بنی اسرائیل جنہیں اللہ کے چہیتے اور انبیاء کی اولاد ہونے کا دعویٰ تھا، ان پر ایسی وحشی اور طاقتور قوم کیوں مسلط کر دی گئی جو گھروں میں گھس گئی۔ اُنہوں نے مردوں کو قتل کر دیا، خواتین اور بچوں کو گرفتار کر لیا، گھر جلا دیئے، اموال لوٹ لیے، کچھ عرصہ کے وقفہ اور مہلت کے بعد دوبارہ ان کے ساتھ یونہی ہوا اور انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا؟ (الجواب الکافی: 46، 47)

آخر سوچیے تو سہی! اور سوچنے میں حرج ہی کیا ہے کہ ان اقوام پر تباہی و بربادی اور عذاب اور ہلاکت مسلط کیے جانے کا کیا سبب تھا؟ اللہ کی قسم! اس کا سبب سوائے اللہ کی نافرمانی کے اور کچھ نہ تھا، جو قومیں اور افراد مرضِ عصیان میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور توبہ کے ذریعے اس سے شفا پانے کی نہ تدبیر کرے اور نہ کوشش کرے تو ان کے ساتھ یونہی ہوتا ہے۔ یہی تاریخ کی گواہی ہے اور یہی ہمارے رب کا اعلان ہے، سورۂ نساء میں ہے: ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدود سے تجاوز کرتا ہے، اللہ اُسے آگ میں داخل کر دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' (النساء: 14)

حضور اکرم ﷺ نے بھی بتا دیا کہ نجات صرف میری اطاعت میں ہے اور جو معصیت کا راستہ اختیار کریں گے، اُن کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔'' (رواہ البخاری)

کتاب و سنت کے نصوص اور صحابہ اور علماء و اتقیاء کے آثار و اقوال سے گناہوں کے جو نقصانات ثابت ہوتے ہیں ہم ذیل میں ان میں سے کچھ نقل کرتے ہیں۔

1۔ علم سے محرومی...... کیونکہ علم ایک نور ہے جسے دل میں القاء کیا جاتا ہے، جب کہ معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔

2۔ رزق سے محرومی...... جیسے تقویٰ سے رزق میں برکت ہوتی ہے، اسی طرح ترکِ تقویٰ سے فقر و فاقہ پیدا ہوتا ہے۔

3۔ اطاعت سے محرومی...... غور کیا جائے تو معصیت کی سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک کی اطاعت سے محروم ہو جاتا ہے۔

4۔ معاصی کی وجہ سے دل اور بدن دونوں ضعف کا شکار ہو جاتے ہیں۔

5۔ گناہ، عمر کو گھٹا دیتے ہیں اور برکت ختم ہو جاتی ہے۔

6۔ مسلسل گناہ کرنے کی وجہ سے گناہ کے عزائم قوی ہو جاتے ہیں اور توبہ کا ارادہ کمزور پڑ جاتا ہے، یہاں تک کہ ہوتے ہوتے دل سے توبہ کا ارادہ کلی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

7۔ معصیت کی وجہ سے بندہ اللہ کی نظر میں ذلیل ہو جاتا ہے، بعض اوقات نجاست کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل!

8۔ کثرتِ گناہ کی وجہ سے دل سے گناہ کی مضرت کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور یہی ہلاکت کی علامت ہے۔

9۔ معصیت، ذلت کا سبب بنتی ہے، عزت تو بس اللہ کی اطاعت ہی میں ہے۔

10۔ معاصی، عقل میں فساد پیدا کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عقل کا نور بجھ جاتا ہے، جب نور بجھ گیا تو ضعف اور فساد لازمی ہے۔

11۔ بار بار گناہ کرنے سے دل پر مہر لگ جاتی ہے پھر اس پر کوئی آیت، کوئی حدیث اور کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی۔

12۔ معصیت، حیا کو ختم کر دیتی ہے...... حیا جو کہ دل کی زندگی اور ہر خیر کی بنیاد ہے۔

13۔ گناہوں پر جری ہونا دلیل اور نشانی ہے ایمان کے ضعف کی، ظلمتِ قلب کی اور بصیرت کے فقدان کی۔

14۔ جسے گناہوں سے توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو، وہ جان لے کہ اللہ نے اسے اس کی سرکشی کی وجہ سے نفس اور شیطان کے حوالے کر دیا ہے۔

15۔ گناہوں کی وجہ سے نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں اور مصیبتیں اور پریشانیاں نازل ہونے لگتی ہیں۔

حضرت علیؓ کا قولِ زریں ہے: ''مصیبت آتی تو ہے گناہ کی وجہ سے اور دور ہوتی ہے صرف توبہ کی وجہ سے۔''

(ماخوذ از نضرۃ النعیم: 10/ 5009، 5010)

❀❀❀

انسانی زندگی کی حقیقت

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وہ چیز جو قرآن مجید کے ہر صفحے پر نمایاں کی گئی ہے، وہ انسانی زندگی کی حقیقت سے متعلق ہے۔ وہ لوگ جو صرف حواس کے دائرے تک اپنے آپ کو محدود رکھیں وہ تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ پیدائش سے پہلے بھی ہمارا کوئی وجود تھا اور نہ یہ مان سکتے ہیں کہ موت کے بعد بھی ہمارے وجود کا تسلسل برقرار رہے گا۔ ان لوگوں کے نزدیک لامحالہ زندگی پیدائش اور موت کا درمیانی وقفہ قرار پائے گی۔ یہی چالیس، پچاس، ساٹھ سالہ عرصہ کل زندگی شمار ہوگا۔ اسی زندگی کے متعلق بہادر شاہ ظفر نے کہا ہے: ؎

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی صرف پیدائش سے موت تک کے وقفے کا نام نہیں ہے۔

بقول اقبال: ؎

تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

انسان جو تخلیق کا نقطۂ عروج ہے، اس کی کل زندگی یہی نہیں ہے، بلکہ اس کی زندگی بہت طویل ہے۔ موت معدوم ہو جانے کا نام نہیں، بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کی کیفیت ہے۔ گویا: ؎

موت اِک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر

موت تو زندگی کا تسلسل ہے۔ انسان کی آنکھ یہاں بند ہوتی ہے تو کسی اور عالم میں کھل جاتی ہے ؎

جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے!

دُنیوی زندگی انسان کی طویل زندگی کا ایک مختصر سا حصہ ہے۔ موت کا وقفہ ڈال کر درحقیقت زندگی کے اس چھوٹے سے حصے کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ یہ وقفہ کیوں ڈالا گیا ہے، اس کا جواب انبیاء کرام علیہم السلام نے دیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ انسان کی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ یہ زندگی ایک امتحان اور ایک ٹیسٹ ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (الملک:2) ''اُس (اللہ) نے موت اور زندگی (کے سلسلہ) کو اس لیے پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے اعمال کرتا ہے۔''

اسی مضمون کو علامہ اقبال نے شعری پیرایہ میں یوں بیان کیا ہے:

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اس امتحان کا نتیجہ موت کے بعد نکلے گا، جب انسان کو دوبارہ اُٹھایا جائے گا اور اس کا حساب کتاب ہوگا۔ اس امتحانی وقفے میں اُس نے جو کمایا، جو کھایا، جو زبان سے کہا، جو آنکھ سے دیکھا، ہر شے کا پورا پورا حساب ہوگا۔ انسان کا ہر ایک چھوٹا بڑا عمل اس کے سامنے آجائے گا۔ کوئی بہت بڑا (giant) کمپیوٹر ہوگا کہ ایک بٹن دبے گا اور آپ کی پوری زندگی کی ریل آپ کے سامنے آجائے گی، جسے دیکھ کر مجرمین حیران و سرگرداں ہو جائیں گے۔ قرآن کہتا ہے۔

﴿وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾﴾ (الکہف) ''اور عملوں کی کتاب کھول کر رکھی جائے گی، تو تم گناہ گاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے، اور کہیں گے ہائے ہماری شامت، یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ اور جو عمل انہوں نے کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

اور کہا جائے گا:

﴿اِقْرَاْ کِتٰبَكَ ؕ کَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾﴾ (بنی اسرائیل) ''اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔''

کوئی بھی اپنے اس اعمال نامے کو جھٹلا نہ سکے گا۔ اس حساب کتاب کے نتیجے پر ہی انسان کی ابدی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا دار و مدار ہے۔ یا تو انسان کو دائمی جنت ملے گی یا پھر اُسے آتش جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔''

(ماخوذ: ملفوظات ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاءاللہ

''مرکز تنظیم اسلامی نزد گرڈ سٹیشن ڈبر (تیمر گرہ) ضلع دیر پائین'' (حلقہ مالاکنڈ) میں
3 تا 5 اکتوبر 2025ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

مدرسین کورس (نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

نوٹ: مدرسین کورس کے لیے درج ذیل کتابچہ کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں۔
☆ قرآن کے نام پر اُٹھنے والی تحریکات اور ان کے بارے میں علماءِ کرام کے خدشات

اور

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: مدرسین ریفریشر کورس میں درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ اسلام کا اخلاقی و روحانی نظام (صفحات 23 تا 70)

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0343-0912306 / 091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

اخبارِ اسلام

غزہ، اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- فلسطینی میڈیا آفس کے مطابق قابض اسرائیلی افواج نے 2 لاکھ 70 ہزار فلسطینیوں کو غزہ شہر سے زبردستی بے دخل کر دیا ہے، جبکہ تقریباً 10 لاکھ فلسطینی اپنے گھروں میں ڈٹے ہوئے ہیں اور انخلاء سے انکار کر رہے ہیں۔ شہداء الاقصیٰ اسپتال کے ترجمان کا کہنا ہے کہ محفوظ مقام کی تلاش میں 40 مریض اسپتال چھوڑ کر جا چکے ہیں اور اب وہاں صرف 8 مریض باقی ہیں جبکہ 30 افراد پر مشتمل طبی عملہ بدستور خدمات انجام دے رہا ہے۔ وزارت صحت غزہ کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے اب تک مجموعی طور پر 65,382 فلسطینی شہید اور 166,985 زخمی ہو چکے ہیں۔ 18 مارچ 2025ء کو جنگ بندی کے اعلان کے بعد سے اب تک 12,823 شہید اور 54,944 زخمی ہو چکے ہیں۔ اب تک شہداء لقمۃ العیش کی تعداد 2,526 اور زخمیوں کی تعداد 18,511 سے زائد ہو چکی ہے جبکہ متعدد شہداء اور زخمی ملبے تلے اور سڑکوں پر موجود ہیں، جہاں تک ایمبولینس اور سول ڈیفنس کی ٹیمیں تاحال رسائی حاصل نہیں کر سکیں۔ غزہ میں قحط کے اعلان کے بعد سے اب تک صرف اس سبب سے 150 اموات ہو چکی ہیں، جن میں 31 بچے شامل ہیں۔
- پاکستان، بنگلہ دیش، برازیل، کولمبیا، انڈونیشیا، آئرلینڈ، لیبیا، ملیشیا، مالدیپ، میکسیکو، عمان، قطر، سلووینیا، جنوبی افریقہ، اسپین اور ترکی کے وزرائے خارجہ نے گلوبل صمود فلوٹیلا کی سلامتی پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ یہ فلوٹیلا مختلف ممالک کے شہریوں کی سول سوسائٹی کی ایک پہل ہے جس کا مقصد غزہ تک انسانی امداد پہنچانا اور فلسطینی عوام کی فوری انسانی ضرورتوں اور جنگ کے خاتمے کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔
- سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ غزہ میں جاری صورت حال اخلاقی، سیاسی اور قانونی اعتبار سے کسی طور قبول نہیں۔ غزہ کے حوالے سے قطر کی جانب سے ثالثی کی کوششیں انتہائی اہم ہیں۔ میں غزہ اور مغربی کنارے کی سنگین صورتحال سے متعلق عالمی فوجداری عدالت کو آگاہ کروں گا۔
- غزہ میں جنگ بندی کے حوالے سے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے حالیہ بیانات پر ردعمل دیتے ہوئے اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) نے واضح کیا ہے کہ تحریک کبھی بھی کسی معاہدے کی راہ میں رکاوٹ نہیں رہی، بلکہ اُس نے ہر موقع پر مثبت اور لچکدار رویہ اپنایا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ اصل رکاوٹ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو ہیں، جو تمام ثالثی کوششوں کو ناکام بنا رہے ہیں۔ نیتن یاہو نے نہ صرف جنوری کے معاہدے کو سبوتاژ کیا بلکہ "وٹکوف" کی تجویز، جسے حماس نے قبول کیا تھا، کو بھی مکمل طور پر نظر انداز کیا۔ اس کے بعد انہوں نے دوحا میں مذاکراتی اجلاس پر بمباری کی، جہاں تحریک کا وفد صدر ٹرمپ کی تازہ تجویز پر غور کر رہا تھا۔ امریکی انتظامیہ انصاف کے تقاضوں کو ترجیح دے اور اسرائیلی حکومت کو نسل کشی، جبری بے دخلی اور نسلی تطہیر جیسے جرائم سے باز رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔
- 19، 20 اور 21 ستمبر (جمعہ، ہفتہ اور اتوار) کو دنیا بھر میں یومِ غضب کے طور پر منایا گیا، جس میں عالمی سطح پر مظاہرے، ریلیاں اور عوامی اجتماعات منعقد کر کے غزہ کے مظلوم عوام کے ساتھ یکجہتی اور صہیونی جارحیت کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔
- کتائب القسام ذرائع کے مطابق مغربی جبالیا کے معسکر کے قریب، صفطاوی چوراہے کے مشرقی علاقے میں دشمن کی فوجی گاڑیاں ایک بارودی سرنگ کے زد میں آ کر تباہ ہوئیں۔ یہ کارروائی آپریشن "عصا موسیٰ" کی سلسلہ وار کارروائیوں کا حصہ تھی۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **امریکہ: صدر ٹرمپ کی مسلم سربراہان مملکت سے ملاقات:** امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے نیویارک میں اسلامی ملکوں کے سربراہان سے ملاقات کی، 50 منٹ جاری رہنے والی اس ملاقات میں غزہ سمیت مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ملاقات میں وزیر اعظم شہباز شریف سمیت ترکیہ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مصر، اردن، قطر اور انڈونیشیا کے سربراہان شریک ہوئے۔ امریکی صدر نے مسلم رہنماؤں سے ملاقات کو انتہائی کامیاب قرار دیا۔
- **ایران: عالمی ایٹمی توانائی ایجنسی کے ساتھ تعاون ختم کرنے کا فیصلہ:** ایران کی سپریم نیشنل سکیورٹی کونسل نے اعلان کیا ہے کہ ایران نے بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (آئی اے ای اے) سے تعاون ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ اقدام اس وقت سامنے آیا جب اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایران پر عائد پابندیوں کو ختم کرنے کی قرارداد مسترد کر دی ہے، یہ فیصلہ خطے میں نئی کشیدگی کو جنم دے سکتا ہے۔
- **متحدہ عرب امارات: 9 ممالک کے ویزوں پر پابندی:** متحدہ عرب امارات (یو اے ای) نے 9 افریقی اور ایشیائی ممالک افغانستان، بنگلہ دیش، سوڈان، صومالیہ، کیمرون، لبنان، لیبیا، یمن اور یوگنڈا کے شہریوں پر عارضی طور پر سیاحتی اور ورک ویزوں کے لیے درخواست دینے پر پابندی عائد کر دی ہے۔
- **افغانستان: پاکستان میں ہونے والے حملوں کے ذمہ دار طالبان نہیں:** افغان طالبان کے سینئر اہلکار کا کہنا ہے کہ افغانستان کو پاکستان میں ہونے والے حملوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب بار بار کے انتباہ میں کہا گیا تھا کہ کابل کو اپنی سرزمین کو دہشت گردوں کے لانچنگ پیڈ کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔
- **افغانستان: بگرام ایئربیس تو دور ہم ایک انچ بھی امریکا کو نہیں دیں گے:** افغان وزیر خارجہ امیر خان متقی نے امریکی صدر کو کہا ہے کہ افغانستان آزاد ملک ہے، ہم کسی بھی بیرونی قبضے کو تسلیم نہیں کریں گے، افغان سرزمین پر کسی غیر ملکی فوج کو داخل ہونے نہیں دیں گے، امریکا افغانستان کو تسلیم کر لے تب بھی زمین حوالے نہیں کریں گے۔ بگرام ایئربیس پر چین کے قبضے کے دعوے بے بنیاد ہیں۔
- **مصر: سینائی میں فوج تعینات:** وزارتِ اطلاعات نے کہا ہے کہ غزہ میں دو سال سے جاری جارحیت کے نتیجے میں ملک کی سلامتی کو درپیش کسی بھی ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لیے جزیرہ نما سینائی میں مصری فوج تعینات کی گئی ہے۔
- **بھارت: وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ کی پاکستان کو آپریشن سندور پارٹ 2 کی دھمکی:** وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ نے ایک تقریب کے دوران پاکستان پر ایک اور حملے کا اشارہ دیتے ہوئے نام نہاد فوجی کارروائیوں میں آپریشن سندور کا پارٹ ون یا پارٹ ٹو کی دھمکیاں دی ہیں۔ ماہرین کے مطابق مودی سرکار الیکشن سے پہلے عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کے لئے پاکستان کارڈ کھیل رہی ہے۔
- **مقبوضہ کشمیر: یاسین ملک کو انصاف، مصالحت کا موقع دیا جائے، محبوبہ مفتی:** مقبوضہ جموں و کشمیر کی سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی نے بھارتی وزیر داخلہ امیت شاہ کے نام ایک خط میں کشمیری رہنما یاسین ملک کے مقدمے کی طرف توجہ دلائی ہے اور یاسین ملک کے خلاف جاری عدالتی کارروائی پر رحم دلانہ اور سنجیدہ نظر ثانی کی اپیل کی ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

sustainable peace, reviving the prospect of a two-state solution." There was no mention of Palestinians' inalienable right to self-determination or of the legitimacy of the Palestinian national struggle. Rather, it was framed as a punishment for Israel. Does this mean that if Israel had stopped the genocide and paid lip service to the (already dead) two-state solution, Britain would have voted differently?

Canada's promise of recognition came with a long list of caveats. Notably, on the Government of Canada's website, in the items that make up its "policy on key issues in the Israeli-Palestinian conflict", the first commitment is "support for Israel and its security". It adds that Israel has the "right under international law to take the necessary measures, in accordance with human rights and international humanitarian law, to protect the security of its citizens from attacks by terrorist groups." But what if Israel is already in violation of international law – as it is right now? Will Canada still stand by Israel and its security? After reaffirming its support for Israel, Canada then declares support for the Palestinians' "right to self-determination" and "a sovereign, independent, viable, democratic, and territorially contiguous Palestinian state". But this comes with strings attached, including demands for governance reforms in the Palestinian Authority, the demilitarization of the Palestinian state, and elections in 2026, "in which Hamas can play no part". Australia's promise of recognition was similarly predicated on the Palestinian Authority pursuing certain reforms, including the termination of prisoner payments, schooling reform, and demilitarization. It also demanded that Hamas "end its rule in Gaza and hand over its weapons". The joint statement by Foreign Minister Penny Wong and Prime Minister Anthony Albanese added: "There is much more work to do in building the Palestinian state. We will work with partners on a credible peace plan that establishes governance and security arrangements for Palestine and ensures the security of Israel." But what of the security of Palestinians? Will Australia take any measures to protect them from Israel's mass extermination? Or are Palestinians simply meant to work on building a state that Western powers can tolerate, while hoping that the Israeli government will eventually grow tired of its genocidal campaign?

The unbearable tragedy of it all is that we have already seen what happens when a "peace process" prioritizes Israel's right to security over Palestinians' right to self-determination. It was called the Oslo Accords, where a genuine guarantee of a Palestinian state was never on the table. In his essay The Morning After, Edward Said wrote about the vulgarity of the ceremonial way the Accords were signed at the White House and the diminutive manner in which Yasser Arafat offered thanks. Said rued that the Oslo Accords were not a path to statehood. Rather, they symbolized the "astonishing proportions of the Palestinian capitulation". It resulted in a Palestinian Authority — yes, the same Palestinian Authority that Western leaders have hedged their bets on — that had all the bells and whistles of a state. But the real state never arrived. With complete impunity, Israel continued its efforts to erase Palestinians. And the Palestinian Authority became an extension of the settler-colonial project, collaborating with Israeli forces to actively undermine the Palestinian national movement, all in the name of Israel's security.

So, if Western leaders are sincere about "solving" the crisis, the only good solution is the one that places Palestinian rights on center stage and involves some mechanism of political leverage and censure that is able to curb Israel's rogue-like conduct. Without it, any recognition of Palestinian statehood is an empty performance, and the Israeli campaign of genocide and erasure is bound to continue with complete impunity.

Courtesy:

https://www.aljazeera.com/opinions/2025/9/18/western-bids-to-recognise-a-palestinian-state-put-israel-first

About the Author: Somdeep Sen is the author of Decolonizing Palestine: Hamas between the Anticolonial and the Postcolonial. He's a Research Associate at the Center for Asian Studies in Africa at the University of Pretoria.

Western bids to recognize a Palestinian state put Israel first.

Conditional recognitions center on Israel's security, not Palestinians' right to self-determination, or real accountability.

Written By: Somdeep Sen

In April last year, I wrote that, given the genocide it is committing in Gaza, its violent occupation of the West Bank, numerous attacks on its neighbors, and apparent disregard for international and human rights law, it was time for the international community to declare Israel a rogue state. As if we hadn't received enough confirmation of its rogue status since then, on September 9, Israel went ahead and carried out a strike on Qatar, a key mediator in negotiations between Hamas and Israel. This, while Gaza's devastation deepens by the day. The last remaining high rises in Gaza City are now being flattened, and hundreds of thousands of people who had already been displaced multiple times are being pushed towards the south of the enclave. Israel claims the south is a "humanitarian zone", but we know well that there is nowhere in Gaza where Palestinians are safe. So, in the midst of all this, it feels futile to celebrate the United Nations General Assembly vote where 142 member states backed "tangible, timebound, and irreversible steps" towards a two-state solution to the Israel-Palestine conflict. The same resolution, rejected by just 12 states including Israel and the United States, also called on Hamas to free all hostages, end its rule in Gaza, and hand over its weapons to the Palestinian Authority, in line with the objective of establishing a sovereign and independent Palestinian state. Gaza is still smoldering, and Palestinian communities are being systematically erased in the occupied West Bank. So how does it make sense to talk about a Palestinian state? Who, or what, would such a state serve? Before this vote, the vast majority of countries in the world had already recognized the State of Palestine. Those missing from this map of recognition were primarily states in the Global North. Through the UN General Assembly vote, France, Portugal, the United Kingdom, Malta, Belgium, Canada, and Australia have now signaled their support for Palestinian statehood, aligning themselves with the global majority. But let us be clear: these countries have no claim to the moral high ground. We should remember that they waited through two years of Israeli genocide, which has led to the martyrdom at least 65,000 Palestinians, before voting in favor of a Palestinian state. They were similarly oblivious to the Palestinian right to self-determination during the years of Israeli and Egyptian-imposed military siege in Gaza before October 7, 2023. They did nothing to quell the ever-expanding illegal settlement movement in the occupied West Bank or the sharp increase in settler violence. In fact, they have done nothing to support the Palestinian right to self-determination since 1948.

So, why should this time be any different?

In fact, it is not different at all. As a scholar of international law, Noura Erakat recently told Al Jazeera, "It is way too little, far too late." And these declarations are only meant to distract from the fact that many of these countries have financially and militarily enabled Israel to carry out its genocide. The proof is in the pudding: the Palestinian state that is on offer. And what is clear is that Palestinian rights are not a priority. A few weeks before, British Prime Minister Keir Starmer said that the United Kingdom would recognize a Palestinian state at the UN General Assembly in September 2025 unless Israel took "substantive steps to end the appalling situation in Gaza, agree to a ceasefire and commit to a long-term

Vol: 34 Regd. No. C.P.L NO.114 No.37

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore